قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ
الفضل
لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 19/ دسمبر 2022ء | 24/ جمادی الاول 1444 ہجری قمری | 19/ فتح 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:278

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا گر بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز باجماعت پڑھو۔ زکوٰۃ دو اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرو۔

(مسلم کتاب الایمان باب بیان الایمان الذی یدخلہ بہ الجنۃ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

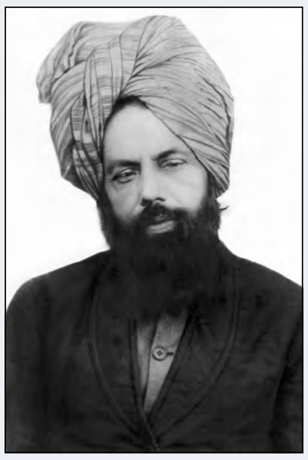

مجرد سبقت کا جوش اپنے اندر برا نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فاستبقوالخیرات یعنی خیر اور بھلائی کی ہر ایک قسم میں سبقت کرو اور زور مار کر سب سے آگے چلو سو جو شخص نیک وسائل سے خیر میں سبقت کرنا چاہتا ہے وہ دراصل حسد کے مفہوم کو پاک صورت میں اپنے اندر رکھنا چاہتا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 568)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں ہیں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(دُرِّثمین صفحہ 15)

سابق بالخیرات بننا چاہئے۔ ایک ہی مقام پر ٹھہر جانا کوئی اچھی صفت نہیں ہے۔ دیکھو ٹھہرا ہوا پانی آخر گندا ہو جاتا ہے۔ کیچڑ کی صحبت کی وجہ سے بدبو دار اور بدمزا ہو جاتا ہے۔ چلتا پانی ہمیشہ عمدہ۔ ستھرا اور مزیدار ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں بھی نیچے کیچڑ ہو۔ مگر کیچڑ اس پر کچھ اثر نہیں کرسکتا۔ یہی حال انسان کا ہے کہ ایک ہی مقام پر ٹھہر نہیں جانا چاہئے۔ یہ حالت خطرناک ہے۔ ہر وقت قدم آگے ہی رکھنا چاہئے۔ نیکی میں ترقی کرنی چاہئے۔ ورنہ خدا تعالیٰ انسان کی مدد نہیں کرتا۔ اور اس طرح سے انسان بے نور ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ آخر کار بعض اوقات ارتداد ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے انسان دل کا اندھا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نصرت انہیں کے شامل حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں ایک جگہ نہیں ٹھہر جاتے اور وہی ہیں جن کا انجام بخیر ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 456 ایڈیشن 1988ء)

عورتوں کی تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی
لجنہ اماء اللہ
2022-1922

ارشاد باری تعالیٰ

وَلِكُلٍّ وِّجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيۡهَا فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا يَاۡتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۴۹﴾

(البقرہ: 149)

ترجمہ: ہر ایک کے لئے ایک مطمح نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

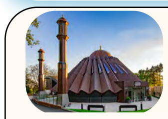

فرمان خلیفۂ وقت

دین میں اور روحانیت میں کوئی خود بخود اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے کے راستے تلاش نہیں کرسکتا۔ جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا کوئی چنیدہ بندہ وہ راستے نہ دکھائے اور اس زمانے میں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ چنیدہ بندہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ کے قرب کے اعلیٰ معیار صرف کچھ عبادت کر کے حاصل نہیں ہو جاتے اور نہ ہی نیکیوں کی انتہا کچھ نیکیاں حاصل کرنے سے ہو جاتی ہے بلکہ یہ ایک مسلسل عمل ہے اور مسلسل سفر ہے جس پر چلتے ہوئے جب مومن اپنے خیال میں منزل کے قریب پہنچتا ہے تو اسے اور منزلیں نظر آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ نیکیوں کی منزلیں تلاش کرے۔ ان میں عبادتیں بھی ہیں، نیک کام بھی ہیں، جن پر احمدی ہر وقت چلتا رہے اور نیکی کی منزلیں تلاش کرے۔ اعلیٰ اخلاق ہیں جن میں ہر احمدی کو ترقی کرنی چاہئے۔ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ایک فکر کے ساتھ کوشش کرنی چاہئے۔ غرض کہ ایک احمدی مسلمان کے سامنے ایک وسیع میدان ہے جس میں ہر وقت ایک لگن کے ساتھ اور ایک توجہ کے ساتھ کوشش کرتے ہوئے آگے بڑھنا ہے اور آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔ کسی ایک کام کو پکڑ کر خیال کرنا کہ ہم نے معیار حاصل کر لئے بالکل غلط ہے۔ بلکہ اُن تمام نیکیوں میں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے ترقی حاصل کرو گے تو صحیح مومن کہلا سکو گے اور اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ دلائی ہے۔

(خطبہ جمعہ 29/ اپریل 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

تیرا احسان اے فضل عمر! ہم یاد رکھیں گی (منظوم)
خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
لجنہ اماء اللہ کا پس منظر اور سو سالہ ترقیات کا سفر
خلافت ثانیہ کی سلور جوبلی میں حق کی متلاشی خواتین
لجنہ اماء اللہ عالمگیر کی پچاس سالہ جشن تقاریب

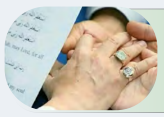

دربارِ خلافت

جس طرح جسمانی زندگی ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی

اسی طرح روحانی زندگی نماز کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی

مؤرخہ 4/ستمبر 2022ء کو اٹلی کی نیشنل مجلس عاملہ لجنہ کی ممبرات کی ورچوئل ملاقات حضور انور ایدہ اللہ سے ہوئی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سیکرٹری صاحبہ تبلیغ کو تبلیغ کے میدان میں اپنی کوششوں کو مزید بڑھانے کے بارے میں توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

’’باقاعدہ comprehensive اور جامع پروگرام بنائیں۔ کس طرح ہم نے تبلیغ کرنی ہے، کیا کیا چیز چاہیے، لٹریچر کتنا چاہیے، کس کس طرح لٹریچر تقسیم کرنا ہے، کن لوگوں کو مذہب سے دلچسپی ہے، ان تک کس طرح پہنچنا ہے اور کس طرح ان کو بلانا ہے۔ اپنی واقف کار عورتوں سے سیمینار کریں۔ پرسنل رابطے پیدا کریں۔ ذاتی تعلق پیدا کریں۔ گھر میں بیٹھ کر کھانے پکانے میں یا مردوں کی باتیں سننے میں نہ لگی رہا کریں۔ خود بھی باہر نکلیں۔ مردوں کو کہیں کہ ہمارا بھی وہی کام ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔ ٹھیک ہے تمہاری روٹی پانی کا انتظام ہم کر دیتے ہیں۔ وہ تو کریں گے ہی۔ بچے بھی پالنا ہمارا کام ہے۔ بچوں کی تربیت کرنا بھی ہمارا کام ہے لیکن اس کے ساتھ یہ تبلیغ کرنا بھی ہمارا کام ہے۔ بہت بڑے کام ہیں۔ دیکھیں آج کل میں بعض دفعہ عورتوں کی، صحابیات کی مثالیں دے دیتا ہوں کہ وہ کیسے کیسے کام کر رہی تھیں تو وہ اسی لیے دیتا ہوں کہ آپ لوگوں کے سامنے نمونے قائم ہو جائیں۔‘‘

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سیکرٹری صاحبہ تربیت سے بات کرتے ہوئے نماز کی اہمیت کے بارے فرمایا:

’’نماز کی عادت ڈالیں۔ ہر ایک میں یہ تصور پیدا ہو جانا چاہیے کہ جس طرح انسان کی جسمانی زندگی ہے۔ وہ ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح روحانی زندگی نماز کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ جتنی مرضی نیکیاں کرنے والے ہوں، نیکیاں عارضی تو ہوتی ہیں موسمی نیکیاں ہوتی ہیں، کبھی ٹھنڈی ہوا چل گئی۔ کبھی ٹھنڈا موسم آ گیا۔ کبھی فرحت بخش موسم آ گیا۔ پھر وہی دوبارہ گرمی، ہوا بند۔ تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر انسان بے چین ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ تو فائدہ تبھی ہے جب مستقل مزاجی سے آپ کی جو لجنہ ہیں۔ وہ نمازیں پڑھنے والی ہوں۔ اپنے بچوں کی تربیت کریں اور ان کو نمازیں پڑھانے والی ہوں۔ لجنہ نے صرف خود نمازیں پڑھ لیں تو وہ کافی نہیں ہے جب تک کہ اپنی نسل کو بھی نمازوں کا عادی نہ بنا لیں۔‘‘

(روزنامہ الفضل آن لائن 15/نومبر 2022ء)

تیرا احسان اے فضل عمر! ہم یاد رکھیں گی

ہوئے سو سال ہیں یوم تشکر ہم منائیں گی
ہیں ہم لجنہ اماء اللہ یہ دنیا کو بتائیں گی

خدا کی لونڈیوں کی یہ جماعت دیں سکھائے گی
صراط حق پہ اک دن ساری دنیا کو چلائے گی

کرے گی تربیت اولاد، جو دیں پہ فدا ہوں گے
یہ وقف نوکریں گے پیش خود کو جب جواں ہوں گے

یہ ہر چھوٹے پہ شفقت اور بڑے پہ رحم کرتی ہے
یہ ہے اک شیرنی ہرگز نہ جان دینے سے ڈرتی ہے

کہیں تبلیغ کرنی ہو یا پھر تعلیم دینی ہو
ہو کرنی تربیت یا پھر اشاعت دین کرنی ہو

یہ ہر شعبے میں اپنے ہنر کا جوہر دکھاتی ہے
جگر کے ٹکڑے اور سہاگ تک اپنے گنواتی ہے

کہیں زیور ہے دیتی اور کبھی جان تک لٹاتی ہے
خلیفہ کے سبھی حکموں پہ سر اپنا جھکاتی ہے

خدا کے مصلح موعودؓ کے دم سے ہوئی قائم
پھلے پھولے گی یہ لجنہ اماء اللہ سدا دائم

تیرا احسان اے فضل عمر! ہم یاد رکھیں گی
عمل سے دیکھنا اپنے تجھے ہم شاد رکھیں گی

صدف علیم صدیقی۔ کینیڈا

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16؍ دسمبر 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

دعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرانے والے آداب دعا سے واقف ہیں اور نہ اِس زمانہ میں دعا کرنے والے اُن طریقوں سے واقف ہیں جو قبولیت دعا کے ہوتے ہیں بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہوگئی ہے۔۔۔ دعا کے لئے سب سے پہلے اوّل اِس اَمر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا: دعا سے متعلق بہت لوگ سوال کرتے ہیں، آجکل تو خاص طور پر خدا تعالیٰ اور دعا کے متعلق سوال اُٹھتے ہیں جبکہ باقاعدہ ایک منصوبہ بندی کے تحت دہریت کے حامی بھرپور حملہ خدا تعالیٰ کی ذات اور مذہب پر کر رہے ہیں، مختلف ذرائع سے انسان کو خدا اور مذہب سے دُور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ہمارے لوگوں پر بھی بعض دفعہ یہ شیطانی خیالات اثر ڈال دیتے ہیں

شیطان انسان سے ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر اُسے دین اور خدا تعالیٰ سے دُور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایسے حالات میں ہمارے لوگوں پر بھی بعض جگہ اور بعض دفعہ یہ شیطانی خیالات اثر ڈال دیتے ہیں یا دنیا داروں اور مذہب کے خلاف چلنے والوں کی باتیں اُنہیں مذہب، خدا تعالیٰ اور عبادت کے بارہ میں بے چینیاں پیدا کرنا شروع کر دیتی ہیں، شبہات دل میں پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر کبھی کسی ابتلاء سے گزرے یا ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا تو کمزور ایمان اور کم علم والوں کو فوراً یہ خیال آنے لگ جاتا ہے کہ یا تو مذہب غلط ہے جس پر ہم لوگ قائم ہیں اور اصل میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے یا خدا تعالیٰ کی ذات ایسی نہیں کہ رحم کرتے ہوئے دعائیں سنے اور ہمیں اِس ابتلاء اور امتحان سے نکالے یا خدا تعالیٰ نے نعوذباللہ! ہم پر ظلم کیا ہے جو ہم اِس حالت سے گزر رہے ہیں، باوجود دعاؤں کے ہماری پریشانیاں دُور نہیں ہو رہیں۔

مضمون دعا ارشادات حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی روشنی میں

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا: آج میں مضمون دعا کو ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں بیان کروں گا، جس سے حقیقت دعا، اُس کے آداب، ہماری ذمہ داری، اُس کی ضرورت اور اللہ تعالیٰ پر یقین کے بارہ میں یقینی طور پر وضاحت ہوتی ہے۔

یہی سعادت کے نشان ہیں

اِس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ ہمیں اچھے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دعاؤں کی طرف توجہ رکھنی چاہئے تا کہ مشکلات میں بھی ہماری دعائیں سنی جائیں، حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: اللہ کا رحم ہے اُس شخص پر جو امن کی حالت میں اُسی طرح ڈرتا ہے جس طرح کسی مصیبت کے وارد ہونے پر ڈرتا ہے۔ جو امن کے وقت خدا تعالیٰ کو نہیں بُھلاتا، خدا تعالیٰ اُسے مصیبت کے وقت نہیں بُھلاتا اور جو امن کے زمانہ کو عیش میں بسر کرتا ہے اور مصیبت کے وقت دعائیں کرنے لگتا ہے تو اِس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں، جب عذاب الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس کیا ہی سعید وہ ہے جو عذاب الٰہی کے نزول سے پیشتر دعا میں مصروف رہتا ہے، صدقات دیتا ہے اور اَمرِ الٰہی کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرتا ہے، اپنے اعمال کو سنوار کر بجا لاتا ہے۔

ہمیں کبھی اپنی عبادتوں اور دعاؤں میں سست نہیں ہونا چاہئے

حضور انور ایدہ اللہ نے تلقین فرمائی: پس ایک حقیقی مؤمن کا کام ہے کہ اپنے اچھے حالات میں خدا تعالیٰ اور اُس کی مخلوق کے حق کو کبھی نہ بھولے اور اگر وہ یہ حق ادا کر رہا ہے تو پھر مشکلات کے دَور سے خدا تعالیٰ اُسے خود نکالتا ہے، اِس کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ پس یہ بنیادی نکتہ ہے کہ ہمیں کبھی اپنی عبادتوں اور دعاؤں میں سست نہیں ہونا چاہئے۔

خدا تعالیٰ سے مانگتے وقت کیا حالت ہونی چاہئے؟

پھر اِس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ سے مانگتے وقت کیا حالت ہونی چاہئے اور اِس کے کیا آداب ہیں اور یہ آداب خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس طرح سکھائے ہیں، آپؑ فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ سے مانگنے کے واسطے ادب کا ہونا ضروری ہے اور عقلمند جب کوئی شے بادشاہ سے طلب کرتے ہیں تو ہمیشہ ادب کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اِسی لئے سورۂ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ کس طرح مانگا جاوے اور اِس میں سکھایا ہے کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ یعنی سب تعریف خدا کو ہی ہے جو ربّ ہے سارے جہان کا (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو)، اَلرَّحۡمٰنِ ہے یعنی بلا مانگے اور سوال کئے کے دینے والا، پھر اَلرَّحِیۡمِ ہے یعنی انسان کی سچی محنت پر ثمراتِ حسنہ مرتب کرنے والا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے توجہ دلائی کہ سچی محنت، یہ غور کرنے والا لفظ ہے۔ رحیم اللہ تعالیٰ سچی محنت پر پھل عطاء فرماتا ہے اور سچی محنت کے معیار وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائے ہیں کہ ایک جہاد کرنا پڑتا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔ پھر فرمایا: مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ جزاء سزاء اُسی کے ہاتھ میں ہے، چاہے رکھے چاہے مارے اور جزاء سزاء آخرت کی بھی اور اِس دنیا کی بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔۔۔ جب اِس قدر تعریف انسان کرتا ہے تو اُسے خیال آتا ہے کہ کتنا بڑا خدا ہے جو کہ ربّ ہے، رحمٰن ہے، رحیم ہے۔ اُسے غائب مانتا چلا آرہا ہے اور اُسے حاضر ناظر جان کر پکارتا ہے۔۔۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرنا چاہتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اِس کے لئے)۔ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ یعنی ایسی راہ جو کہ بالکل سیدھی ہے، اِس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے۔ ایک راہ اندھوں کی ہوتی ہے کہ محنتیں کر کے تھک جاتے ہیں اور نتیجہ کچھ نہیں نکلتا اور ایک وہ راہ کہ محنت کرنے سے اِس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ پھر آگے صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ یعنی اُن لوگوں کی راہ جن پر تُو نے انعام کیا اور وہ وہی صراطِ مستقیم ہے جس پر چلنے سے انعام مرتب ہوتے ہیں۔ پھر غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ نہ اُن لوگوں کی جن پر تیرا غضب ہوا اور وَلَا الضَّآلِّیۡنَ اور نہ اُن کی جو دُور جا پڑے ہیں۔

کُل دنیا اور دین کے کاموں کی راہ

فرمایا: اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ سے کُل دنیا اور دین کے کاموں کی راہ مراد ہے، مثلاً ایک طبیب جب کسی کا علاج کرتا ہے تو اُسے ایک صراطِ مستقیم ہاتھ نہ آوے علاج نہیں کر سکتا، اِسی طرح تمام وکیلوں اور ہر پیشہ اور علم کی ایک صراطِ مستقیم ہے کہ جب وہ ہاتھ آجاتی ہے تو پھر کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے تصریح فرمائی: اِس لئے دنیاوی کاموں میں بھی صراطِ مستقیم کی تلاش ہونی چاہئے اور وہ اُسی صورت میں ہوسکتی ہے جب اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو۔

انبیاء کو اِس دعا کی کیا ضرورت تھی؟

جس مجلس میں آپؑ یہ بیان فرما رہے تھے وہاں ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ انبیاء کو اِس دعا کی کیا ضرورت تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کرتے تھے، وہ تو پیشتر سے ہی صراطِ مستقیم پر ہوتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: وہ یہ دعا ترقیٔ مراتب اور درجات کے لئے کرتے ہیں بلکہ یہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ تو آخرت میں مؤمن بھی مانگیں گے، کیونکہ جیسے اللہ تعالیٰ کی کوئی حد نہیں ہے اِسی طرح اُس کے درجات اور مراتب کی ترقی کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا: پس یہ ہیں وہ آداب جن کو سامنے رکھ کر نماز پڑھی جائے، دعا کی جائے تو انسان ایک ایسی کیفیت میں سے گزرتا ہے جہاں اُسے خدا تعالیٰ کا قُرب اور اپنی حاجات بیان کرنے کا صحیح ادراک حاصل ہوتا ہے۔

مآل اندیش استقلال کے ساتھ اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں

آپؑ فرماتے ہیں: دیکھو! دعا کی ایسی ہی حالت ہے جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بو آتا ہے، اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اُس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا۔ اُس وقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشو ونما پا کر پھل لائیگا۔۔۔ یہی حال دعا کا ہے اور بعینہٖ اِسی طرح دعا نشو و نما پاتی اور مثمر بثمرات ہوتی ہے، جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مآل اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں۔

غرض ساری لذت اور راحت دکھ کے بعد آتی ہے

آپؑ فرماتے ہیں: اِسی لئے قرآن شریف میں یہ قاعدہ بتایا ہے اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا (الانشراح: 7) اگر کسی راحت سے پہلے تکلیف نہیں تو وہ راحت راحت ہی نہیں رہتی۔ اِسی طرح پر جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو عبادت میں لذت نہیں آتی، اُن کو پہلے اپنی جگہ سوچ لینا ضروری ہے کہ وہ عبادت کے لئے کس قدر دکھ اور تکالیف اُٹھاتے ہیں، جس قدر دکھ اور تکالیف انسان اُٹھائے گا وہی تبدیل صورت کے بعد لذت ہو جاتا ہے۔

پس یہی ایک احمدی کی ذمہ داری اور حقِ بیعت ادا کرنا ہے

حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا: آجکل تمام تر توجہ مذہب اور خدا تعالیٰ کے مخالفین کی اِس طرف ہے کہ یہ دلوں میں ڈالا جائے کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں کیا دیا ہے، مذہب کا کیا فائدہ ہے، مذہب سست بناتا ہے، مذہب خیالی باتیں ذہنوں میں پیدا کرتا ہے اور ایسے وقت میں ہر احمدی کا یہ کام ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق پیدا کرے، وقتی اور ضرورت کا تعلق اور عبادت نہ ہو صرف بلکہ سکون اور آسائش کے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو، اپنی عبادتوں کی حفاظت ہو اور دعاؤں پر یقین ہو۔

مزید برآں خطبہ ثانیہ سے قبل پاکستان، الجزائر نیز جہاں جہاں احمدی مشکلات میں ہیں، اُن کے لئے دعائیہ تحریک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر جگہ، ہر احمدی کو محفوظ رکھے، ہر پریشانی سے بچائے اور دشمن کو خائب و خاسر کرے۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 25/ نومبر 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جو بلحاظ اپنی جان اور مال سے مجھ پر ابوبکر بن ابو قحافہ سے بڑھ کر نیک سلوک کرنے والا ہو (الحدیث)

دَورِ جاہلیت میں حضرت ابوبکرؓ کو قریش کے سرداروں اور ان کے اشراف ومعزز لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا

حضرت ابوبکرؓ غریبوں اور مسکینوں پر بے حد مہربان تھے۔ سردیوں میں کمبل خریدتے اور انہیں محتاجوں میں تقسیم کر دیتے

حضرت ابوبکرؓ نے خلافت سے ذاتی فائدہ کوئی حاصل نہیں کیا بلکہ آپ خدمتِ خلق میں ہی بڑائی خیال کیا کرتے تھے

جنگِ اُحد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیلی تو سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ ہجوم کو چیرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقبِ عالیہ کا ایمان افروز بیان

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کا ذکر

ہو رہا تھا۔ اس ضمن میں ان کی خدمتِ خلق اور محتاجوں کو کھانا کھلانے وغیرہ کے بارے میں ملتا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے قبل بھی حضرت ابوبکرؓ قریش کے بہترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور لوگوں کو جو بھی مشکل پیش آتی تھی اُن میں وہ لوگ اُن سے مدد لیا کرتے تھے۔ مکہ میں وہ اکثر مہمان نوازی کرتے اور بڑی بڑی دعوتیں کیا کرتے تھے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

دَورِ جاہلیت میں حضرت ابوبکرؓ کو قریش کے سرداروں اور ان کے اشراف ومعزز لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کو اس معاشرے میں شرفائے قریش میں شمار کیا جاتا تھا، افضل ترین لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ لوگ اپنے مسائل و معاملات میں ان سے رجوع کیا کرتے تھے۔ مکہ میں ضیافت ومہمان نوازی میں انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از محمد الصلابی مترجم صفحہ 52 تا 54، دار ابن کثیر بیروت 2003ء)

پھر لکھا ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ غریبوں اور مسکینوں پر بے حد مہربان تھے۔ سردیوں میں کمبل خریدتے اور انہیں محتاجوں میں تقسیم کر دیتے۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فیصلے صفحہ 378 مشتاق بک کارنر لاہور)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک سال گرم اونی چادریں خریدیں یعنی کمبل جو دیہات سے لائی گئی تھیں اور سردی کے موسم میں مدینہ کی بیوہ عورتوں میں یہ چادریں تقسیم کی گئیں۔

(کنز العمال جلد ۳ جزء ۵ صفحہ ۲۴۵، کتاب الخلافۃ، حدیث ۱۴۰۷۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۴ء)

ایک روایت ہے کہ خلافت کے منصب پر متمکن ہونے سے پہلے آپؓ ایک لاوارث کنبہ کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپؓ خلیفہ بن گئے تو اس کنبہ کی ایک بچی کہنے لگی کہ اب تو آپ ہماری بکریوں کا دودھ نہیں دوہا کریں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اپنی جان کی قسم! میں تمہارے لیے ضرور دوہوں گا اور مجھے امید ہے کہ میں نے جس چیز کو اختیار کیا ہے وہ مجھے اس عادت سے نہ روکے گی جس پر مَیں تھا۔ چنانچہ آپ حسبِ سابق ان کی بکریوں کا دودھ دوہتے رہے۔ جب وہ بچیاں اپنی بکریاں لے کر آتیں تو آپؓ ازراہِ شفقت فرماتے دودھ کا جھاگ بناؤں یا نہ بناؤں؟ اگر وہ کہتیں کہ جھاگ بنا دیں تو برتن کو ذرا دُور رکھ کر دودھ دوہتے حتیٰ کہ خوب جھاگ بن جاتی۔ اگر وہ کہتیں کہ جھاگ نہ بنائیں تو برتن تھن کے قریب کر کے دودھ دوہتے تا کہ دودھ میں جھاگ نہ بنے۔ آپؓ مسلسل چھ ماہ تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے یعنی خلافت کے بعد چھ ماہ تک۔ پھر آپؓ نے مدینہ میں رہائش اختیار کر لی۔

پہلے حضرت ابوبکرؓ کے دو گھر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک گھر باہر تھا وہاں باہر رہا کرتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ کے قریب، اپنے گھروں کے قریب بھی ان کو ایک جگہ دی تھی وہاں بھی انہوں نے گھر بنایا تھا۔ اس کے علاوہ بھی ایک گھر تھا۔ مدینہ میں بھی دو گھر تھے لیکن پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں زیادہ وقت یہ جو مضافات میں گھر تھا وہاں رہا کرتے تھے۔ خلافت کے بعد پھر مدینہ شفٹ ہو گئے۔ جب تک مدینہ نہیں آئے ان بچیوں کی جو ڈیوٹی اپنے ذمہ آپ نے لی ہوئی تھی وہ مسلسل ادا کرتے رہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۳۸-۱۳۹ ''ابوبکر الصدیق'' ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے کنارے پر رہنے والی ایک بوڑھی اور نابینا عورت کا خیال رکھا کرتے تھے۔ آپ اُس کے لیے پانی لاتے اور اُس کا کام کاج کرتے۔ ایک مرتبہ آپؓ جب اُس کے گھر گئے تو یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص آپ سے پہلے آیا ہے جس نے اس بڑھیا کے کام کر دیے ہیں۔ اگلی دفعہ آپؓ اس بڑھیا کے گھر جلدی گئے تا کہ دوسرا شخص پہلے نہ آ جائے۔ حضرت عمرؓ چھپ کر بیٹھ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ

یہ حضرت ابوبکرؓ ہیں جو اس بڑھیا کے گھر آتے تھے اور اُس وقت حضرت ابوبکرؓ خلیفہ تھے۔

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ آپؓ ہی ہو سکتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء از جلال الدین السیوطی حالات ابوبکر الصدیقؓ صفحہ 64 مطبوعہ بیروت ایڈیشن 1999ء) یعنی اس نیکی میں میرے سے بڑھنے والے آپؓ ہی ہو سکتے تھے۔

ایک روایت موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کی ہے کہ معتمر نے اپنے باپ سے روایت کی اور بتایا کہ ابوعثمان نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں بتایا کہ صُفَّہ والے محتاج لوگ تھے اور ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے یا چھٹے کو یا ایسے ہی کچھ الفاظ فرمائے، یعنی وہ غریب

لوگ جو بیٹھے ہوئے تھے لوگ ان کو اپنے گھروں میں لے جائیں اور کھانا کھلائیں۔حضرت ابو بکرؓ تین آدمیوں کو لے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس کو لے گئے۔ اور گھر میں حضرت ابو بکرؓ اور تین اَور شخص تھے۔حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے تھے کہ میں، میرا باپ اور میری ماں۔ راوی نے کہا ہے کہ مَیں نہیں جانتا کہ آیا عبدالرحمٰن نے یہ بھی کہا کہ میری بیوی یا میرا خادم جو کہ ہمارے اور حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں مشترکہ تھا۔ اور ایسا ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں شام کا کھانا کھایا پھر وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی پھر واپس آ گئے۔مہمانوں کو گھر لے گئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے رہے اور وہیں کھانا کھا لیا اور پھر واپس آئے۔ بیان کرتے ہیں کہ وہاں اتنی دیر ٹھہرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے شام کا کھانا کھایا اور اتنی رات گزرنے کے بعد آئے جتنا کہ اللہ نے چاہا۔ اُن کی بیوی نے ان سے کہا کس بات نے آپ کو اپنے مہمانوں سے یا کہا مہمان سے روکے رکھا؟ یعنی آپ نے دیر کیوں لگائی۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: کیا تم نے انہیں کھانا نہیں کھلایا؟ وہ کہنے لگیں کہ انہوں نے آپ کے آنے تک کھانے سے انکار کر دیا تھا۔مہمانوں نے کہا ہم نہیں کھائیں گے جب تک حضرت ابو بکر نہیں آتے۔ انہوں نے تو اُن کو کھانا پیش کر دیا تھا، ان کی اہلیہ کہنے لگیں مَیں نے تو کھانا پیش کر دیا تھا مگر مہمانوں نے اُن کی پیش نہ چلنے دی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے تھے کہ میں جا کر چھپ رہا۔ مَیں اُن سے اس لیے چھپ گیا کہیں مجھے حضرت ابو بکرؓ سے ڈانٹ نہ پڑے کہ کیوں مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے بیوقوف! اور انہوں نے مجھے سخت سست کہا، عبدالرحمٰن ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے مہمانوں سے کہا کہ کھانا کھائیں اور خود حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھالی کہ میں ہرگز نہیں کھاؤں گا۔حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے تھے کہ

اللہ کی قسم! ہم جو بھی لقمہ لیتے اس کے نیچے سے اس سے زیادہ کھانا بڑھ جاتا۔ اور انہوں نے اتنا کھایا کہ وہ سیر ہو گئے۔اور جتنا پہلے تھا اس سے بھی زیادہ ہو گیا۔

مہمانوں کو کھانا کھلایا۔مہمان کھانا کھاتے جاتے تھے لیکن کہتے ہیں کہ وہ کھانا اتنا ہی رہتا تھا بلکہ بڑھ جاتا تھا۔ اور سب نے پیٹ بھر کے کھایا۔حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ دیکھا کہ کھانا تو ویسے کا ویسا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تھا تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا بنی فِراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ ان کی بیوی بولیں کہ قسم میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی! یہ تو اَب اُس سے تین گنا زیادہ ہے جتنا پہلے تھا۔ یعنی اتنا بڑھ گیا ہے کھانا۔حضرت ابو بکرؓ نے بھی اس سے کھایا اور کہنے لگے وہ تو صرف شیطان تھا یعنی اس کی تحریک پر میں نے نہ کھانے کی قسم کھائی تھی۔ پہلے کہا تھا ناں، قَسم ہے کہ مَیں نہیں کھاؤں گا لیکن جب دیکھا کھانے میں برکت پڑ رہی ہے تو آپؓ نے کہا وہ قسم میرے سے شیطان نے کہلوائی تھی لیکن یہ برکت والا کھانا ہے، اس سے میں بھی کھاؤں گا۔ پھر اس میں سے ایک لقمہ حضرت ابو بکرؓ نے کھایا۔ اس کے بعد وہ کھانا اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں صبح تک رہا۔ کھانا وہاں صبح تک رہا۔ کہتے ہیں ہمارے اور ایک قوم کے درمیان ایک عہد تھا اور اس کی میعاد گزر گئی تھی۔ ہم نے بارہ آدمیوں کو الگ الگ بٹھایا اور ان میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ اللہ بہتر جانتا ہے یعنی کہ ان معاہدہ کرنے والوں کے بارہ آدمی تھے اور ہر ایک کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے تھے مگر اس قدر ضرور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آدمیوں کو لوگوں کے ساتھ بھیجا یعنی قابلِ ذکر تعداد تھی۔حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے تھے تو اُن سب نے اس کھانے میں سے کھایا یا کچھ ایسا ہی کہا۔ تو

یہ برکت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کے کھانے میں بھی ایک دفعہ ڈالی۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث نمبر ۳۵۸۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہو؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا مَیں مسجد میں داخل ہوا تو ایک سائل نے سوال کیا۔ میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا پایا۔ وہ میں نے اس سے لے لیا اور وہ اس سائل کو دے دیا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الزکاۃ باب المسألۃ فی المساجد حدیث نمبر ۱۶۷۰) اس طرح سوال کرنے والے نے سوال کیا تھا۔ میرے بیٹے کے ہاتھ میں روٹی تھی تو مَیں نے اس سے لے کے پھر اس سوالی کو دے دی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ’’حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن بھی خلافت کے لائق تھے اور لوگوں نے کہا بھی کہ ان کی طبیعت حضرت عمرؓ سے نرم ہے اور لیاقت بھی ان سے کم نہیں۔ ان کو آپ کے بعد خلیفہ بننا چاہئے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کے لئے حضرت عمرؓ کو ہی منتخب کیا باوجودیکہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طبائع میں اختلاف تھا۔ پس

حضرت ابو بکرؓ نے خلافت سے ذاتی فائدہ کوئی حاصل نہیں کیا بلکہ آپ خدمت خلق میں ہی بڑائی خیال کیا کرتے تھے۔‘‘

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ’’صوفیاء کی ایک روایت ہے۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ کہاں تک درست ہے) کہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے غلام سے پوچھا کہ وہ کون کون سے نیک کام تھے جو تیرا آقا کیا کرتا تھا تا کہ میں بھی وہ کام کروں۔ منجملہ اَور نیک کاموں کے اس غلام نے ایک کام یہ بتایا کہ روزانہ حضرت ابو بکرؓ روٹی لے کر‘‘ کھانا لے کر ’’فلاں طرف جایا کرتے تھے اور مجھے ایک جگہ کھڑا کر کے آگے چلے جاتے تھے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس مقصد کے لئے اُدھر جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اس غلام کے ہمراہ اس طرف کو کھانا لے کر چلے گئے جس کا ذکر غلام نے کیا تھا۔ آگے جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک غار میں ایک اپاہج اندھا جس کے ہاتھ پاؤں نہ تھے بیٹھا ہوا ہے۔حضرت عمرؓ نے اس اپاہج کے منہ میں ایک لقمہ ڈالا تو وہ رو پڑا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے۔ وہ بھی کیا نیک آدمی تھا۔حضرت عمرؓ نے کہا بابا! تجھے کس طرح پتہ چلا کہ ابو بکرؓ فوت ہو گئے ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے منہ میں دانت نہیں ہیں اس لئے ابو بکرؓ میرے منہ میں لقمہ چبا کر ڈالا کرتے تھے آج جو میرے منہ میں سخت لقمہ آیا تو مَیں نے خیال کیا کہ یہ لقمہ کھلانے والا ابو بکرؓ نہیں ہے بلکہ کوئی اَور شخص ہے اور ابو بکرؓ تو ناغہ بھی کبھی نہ کیا کرتے تھے اب جو ناغہ ہوا تو یقیناً وہ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔‘‘ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’پس وہ کون سی شے ہے جو بادشاہت سے حضرت ابو بکرؓ نے حاصل کی؟‘‘ خلافت یا بادشاہت جو اُن کو ملی اس سے تو کچھ نہیں حاصل کیا۔ ’’کیا سرکاری مال کو اپنا قرار دیا‘‘ انہوں نے ’’اور حکومت کی جائدادوں کو اپنا مال قرار دیا؟ ہرگز نہیں۔ جو اشیاء ان کے رشتہ داروں کو ملیں وہ ان کی ذاتی جائداد سے تھیں۔‘‘ (خطبات محمود جلد 17 صفحہ 494، 495) صرف ایک امتیاز جو ان کو تھا وہ تو خدمت تھی جو انہوں نے کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ’’یہ دو ٹکڑے شریعت کے ہیں حق اللہ اور حق العباد۔‘‘ یہ دو چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حق اور حق العباد۔ فرماتے ہیں کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو کہ کس قدر خدمات میں عمر کو گذارا۔ اور حضرت علیؓ کی حالت کو دیکھو کہ اتنے پیوند لگائے کہ جگہ نہ رہی۔حضرت ابو بکرؓ نے ایک بڑھیا کو ہمیشہ حلوہ کھلانا وطیرہ کر رکھا تھا۔ غور کرو کہ یہ کس قدر التزام تھا۔ جب آپؓ فوت ہو گئے‘‘ یعنی حضرت ابو بکرؓ فوت ہو گئے ’’تو اُس بڑھیا نے کہا کہ آج ابو بکرؓ فوت ہو گیا۔ اس کے پڑوسیوں نے کہا کہ کیا تجھ کو الہام ہوا یا وحی ہوئی؟ تو اس نے کہا نہیں آج حلوا لے کر نہیں آیا اس واسطے معلوم ہوا کہ فوت ہو گیا یعنی زندگی میں ممکن نہ تھا کہ کسی حالت میں بھی حلوا نہ پہنچے۔ دیکھو! کس قدر خدمت تھی۔ ایسا ہی سب کو چاہئے کہ خدمتِ خلق کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 54 ایڈیشن 1984ء)

آپؓ کا پردہ پوشی کا معیار

کیا تھا، اس بارے میں روایت ہے۔حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ اگر مَیں چور کو پکڑتا تو میری سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی کہ خدا اُس کے جرم پر پردہ ڈال دے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۵ صفحہ ۹ باب الطبقۃ الاولیٰ من اھل المدینۃ ...... دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء)

بہادری اور شجاعت

کے بارے میں لکھا ہے۔حضرت ابو بکرؓ شجاعت اور بہادری کا مجسمہ تھے۔ بڑے بڑے خطرے کو اسلام کی خاطر یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق کی بدولت خاطر میں نہ لاتے تھے۔ مکی زندگی میں جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لیے کوئی خطرہ یا تکلیف کا موقع دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نصرت کے لیے دیوار بن کر سامنے کھڑے ہو جاتے۔شعبِ ابی طالب میں تین سال تک اسیری

اور محصوری کا زمانہ آیا تو ثابت قدمی، استقلال کے ساتھ وہیں موجود رہے۔ پھر ہجرت کے دوران انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت کا اعزاز ملا حالانکہ جان کا خطرہ تھا۔جتنی بھی جنگیں ہوئیں حضرت ابو بکرؓ نہ صرف یہ کہ اُن میں شامل ہوئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے فرائض آپؓ سرانجام دیتے۔ آپؓ کی اسی جرأت اور بہادری کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ لوگوں سے پوچھا کہ اے لوگو! لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! آپ ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جہاں تک میری بات ہے میرے ساتھ جس نے مبارزت کی مَیں نے اس سے انصاف کیا یعنی اسے مار گرایا مگر

سب سے بہادر حضرت ابو بکرؓ ہیں۔

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بدر کے دن خیمہ لگایا۔ پھر ہم نے کہا کہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے؟ تا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی مشرک نہ پہنچ پائے تو اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کوئی نہ گیا مگر حضرت ابو بکرؓ اپنی تلوار کو سونتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشرک نہیں پہنچے گا مگر پہلے وہ حضرت ابو بکرؓ سے مقابلہ کرے گا۔ پس وہ سب سے بہادر شخص ہیں۔

اسی طرح جنگِ اُحد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیلی تو سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ ہجوم کو چیرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔

کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت صرف گیارہ صحابہ کرام موجود تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو دجانہؓ کا نام بھی آتا ہے۔ جنگِ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے میں گھاٹی پر موجود چند جاں نثاروں میں حضرت ابو بکرؓ بھی ایک تھے۔ جنگِ خندق میں حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے اور خندق کی کھدائی کے وقت آپ کپڑے میں مٹی اٹھا کر پھینکنے والوں میں شامل تھے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جان نچھاور کرنے کے لیے بیعت کرنے والوں میں تو آپؓ شامل تھے ہی لیکن جو معاہدہ لکھا گیا تو جس ایمانی جرأت اور استقلال اور فراست اور اطاعت وعشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ حضرت ابو بکرؓ نے پیش کیا حضرت عمرؓ اپنی بعد کی ساری زندگی اس کو نہیں بھولے۔

غزوۂ طائف میں بھی حضرت ابو بکرؓ شامل تھے اور ان کے بیٹے عبد اللہ بن ابو بکر بھی شامل تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے یہ جوان بیٹے اس غزوہ میں شہید ہو گئے تھے۔

(سیرت سید نا صدیق اکبرؓ، استاذ عمر ابو النصر، ترجمہ اردو صفحہ 354، 367، 369، 376 مشتاق بک کارنر لاہور)

(سیرت سید نا صدیق اکبرؓ شخصیت اور کارنامے، از صلابی مترجم صفحہ 107 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تیس ہزار کا لشکر لے کر غزوۂ تبوک کے لیے نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف سپہ سالار مقرر فرمائے اور انہیں جھنڈے عطا فرمائے۔ اس موقع پر سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابو بکرؓ کو عطا کیا گیا۔

(سیرت سید نا صدیق اکبر، استاذ عمر ابو النصر، ترجمہ اردو صفحہ 381 مشتاق بک کارنر لاہور)

حضرت سَلَمہ بن اکوعؓ بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سات غزوات میں شرکت کی اور جو جنگی مہمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمائیں ان میں سے نو مہمات میں مجھے شامل ہونے کا موقع ملا اور ان میں کبھی تو ہماری کمان حضرت ابو بکرؓ کے پاس ہوتی تھی اور کبھی حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس۔ (سیرت سید نا صدیق اکبر، استاذ عمر ابو النصر، ترجمہ اردو صفحہ 356 مشتاق بک کارنر لاہور) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب سارا عرب ہی گویا مرتد ہو گیا ان حالات میں جس جرأت و شجاعت کا عملی مظاہرہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ''ایک دفعہ کفار نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گلے میں پٹکا ڈال کر زور سے کھینچنا شروع کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور آپؓ نے ان کفار کو ہٹایا اور فرمایا اے لوگو! تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا کہ تم ایک شخص کو محض اس لیے مارتے پیٹتے ہو کہ وہ کہتا ہے اللہ میرا رب ہے۔ وہ تم سے کوئی جائیداد تو نہیں مانگتا پھر تم اُسے کیوں مارتے ہو؟

صحابہؓ کہتے ہیں ہم اپنے زمانہ میں سب سے بہادر حضرت ابو بکرؓ کو سمجھتے تھے کیونکہ دشمن جانتا تھا کہ اگر مَیں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مار لیا تو اسلام ختم ہو جائے گا اور ہم نے دیکھا کہ ہمیشہ ابو بکرؓ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوتے تھے تا کہ جو کوئی آپ پر حملہ کرے اس کے سامنے اپنا سینہ کر دیں۔ چنانچہ جب بدر کے موقع پر کفار سے مڈھ بھیڑ ہوئی تو صحابہؓ نے آپس میں مشورہ کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عرشہ تیار کر دیا اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسولَ اللہؐ! آپ اس عرشہ پر تشریف رکھیں اور ہماری کامیابی کے لیے دعا کریں دشمنوں سے ہم خود لڑیں گے۔ پھر انہوں نے کہا یا رسولَ اللہؐ! ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ گو ہمارے اندر بھی اخلاص پایا جاتا ہے مگر وہ لوگ جو مدینہ میں بیٹھے ہیں وہ ہم سے بھی زیادہ مخلص اور ایماندار ہیں۔ انہیں پتا نہیں تھا کہ کفار سے جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ لوگ بھی اس لڑائی میں ضرور شامل ہوتے۔'' جنگِ بدر کا پہلے باقاعدہ پتہ نہیں تھا تو وہ بھی شامل ہو جاتے۔

''یا رسولَ اللہؐ! اگر خدانخواستہ اس جنگ میں ہمیں شکست ہو تو ہم نے ایک تیز رفتار اونٹنی آپ کے پاس باندھ دی ہے اور ابو بکرؓ کو آپ کے پاس کھڑا کر دیا ہے۔ ان سے زیادہ بہادر اور دلیر آدمی ہمیں اپنے اندر اَور کوئی نظر نہیں آیا۔

یا رسولَ اللہؐ! آپؐ فوراً ابو بکر کے ساتھ اس اونٹنی پر بیٹھ کر مدینہ تشریف لے جائیں اور وہاں سے ایک نیا لشکر کفار کے مقابلہ کے لیے لے آئیں جو ہم سے بھی زیادہ مخلص اور وفادار ہو گا۔''

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''اس واقعہ سے اندازہ لگا لو کہ ابو بکرؓ کتنی قربانی کرنے والا انسان تھا۔''

(خطباتِ محمود جلد 39 صفحہ 220-221)

پھر ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''ایک دفعہ بعض لوگوں نے صحابہؓ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر کون شخص تھا۔ جس طرح آج کل شیعہ سنی کا سوال ہے اسی طرح اس زمانہ میں بھی جس کسی کے ساتھ تعلق ہوتا تھا لوگ اس کی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ جب صحابہؓ سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم میں سے سب سے بہادر وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوتا تھا۔ یہ نکتہ ایک جنگی آدمی ہی سمجھ سکتا ہے دوسرا آدمی نہیں'' سمجھ سکتا۔ جس کو جنگ کا صحیح پتہ ہو اور جنگ کے خطرات کا پتہ ہو اسی کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ بہادری کیسی ہے جہاں سب سے زیادہ خطرہ ہو وہاں کھڑے ہونا۔ تو فرماتے ہیں کہ ''بات یہ ہے کہ جو شخص ملک اور قوم کی روح رواں ہو دشمن چاہتا ہے کہ اسے مار ڈالے تا کہ اس کی موت کے ساتھ تمام جھگڑا ختم ہو جائے۔ اس لئے جس طرف بھی ایسا آدمی کھڑا ہو گا دشمن اس طرف پورے زور کے ساتھ حملہ کرے گا'' جو مرکز ہو کسی چیز کا اسی کی طرف دشمن زیادہ حملہ کرتا ہے ''اور ایسی جگہ پر وہی شخص کھڑا ہو سکتا ہے۔''۔ یعنی اس کی حفاظت کے لیے، اس مرکز کی حفاظت کے لیے ''وہی شخص کھڑا ہو سکتا ہے جو سب سے زیادہ بہادر ہو۔ پھر صحابہؓ نے کہا کہ

آپؐ کے پاس اکثر حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہوا کرتے تھے اور ہمارے نزدیک وہی سب سے زیادہ بہادر تھے''

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 366)

پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ بنی اسرائیل کی دوسری آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ سے ظاہر ہوتا ہے کہ چلانے والا کوئی دوسرا تھا۔ اور اسمیں چلنے والے کا اپنا اختیار نہ تھا۔ ہجرت کا واقعہ بھی اسی طرح ہوا کہ آپؐ رات ہی کو نکلے اور یہ نکلنا اپنی مرضی سے نہ تھا بلکہ اس وقت مجبور ہو کر آپؐ نکلے جبکہ کفار نے آپؐ کے قتل کرنے کے لئے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کرلیا تھا۔ پس اس سفر میں آپ کی مرضی کا دخل نہ تھا بلکہ خدا تعالیٰ کی مشیت نے آپؐ کو مجبور کیا تھا‘‘ یعنی آپؐ کو چلانے والا، آپؐ کو باہر نکالنے والا، آپؐ کو ہجرت کی طرف لے جانے کے لیے کہنے والا اللہ تعالیٰ تھا اور اس کی مشیت کی وجہ سے آپؐ مجبور ہو کر نکلے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’پھر

جس طرح رؤیا میں جبریل بیت المقدس کے سفر میں آپؐ کے ساتھ تھے ہجرت میں ابوبکرؓ آپؐ کے ساتھ تھے جو گویا اسی طرح آپؐ کے تابع تھے جس طرح جبریل خدا تعالیٰ کے تابع کام کرتا ہے۔

اور جبریل کے معنے خدا تعالیٰ کے پہلوان کے ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ بھی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے اور دین کے لئے ایک نڈر پہلوان کی حیثیت رکھتے تھے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 296)

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ایک جگہ کہ ’’حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پر ایمان کے ہوتے ہوئے انسانی قلب میں مایوسی پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔‘‘ اللہ تعالیٰ کے اوپر ایمان کامل ہو تو دل میں کبھی مایوسی پیدا نہیں ہوسکتی۔ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حالت مثلاً غارِ ثور میں ہوئی اس کے بعد کون سی امید کی حالت باقی رہ جاتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کی تاریکی میں اپنے گھر کو چھوڑ کر غارِ ثور میں جا چھپے۔ ایک ایسی غار میں جس کا منہ بہت بڑا کھلا تھا اور ہر انسان آسانی سے اس کے اندر جھانک سکتا تھا اور کُود سکتا تھا۔ صرف ایک ساتھی آپؐ کے ہمراہ تھا اور پھر دونوں بغیر ہتھیاروں اور بغیر کسی طاقت کے تھے۔ مکہ کے مسلح لوگ آپؐ کے تعاقب میں غارِ ثور پر پہنچے اور ان میں سے بعض نے اصرار کیا کہ ہمیں جھک کر اندر بھی ایک دفعہ دیکھ لینا چاہئے تا کہ اگر وہ اندر ہوں تو ہم ان کو پکڑ سکیں۔ دشمن کو اتنا قریب دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! دشمن تو سر پر پہنچ گیا ہے۔ آپؐ نے اس وقت بڑے جوش سے فرمایا لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ ابوبکر ڈرتے کیوں ہو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ دیکھو گھبراہٹ کے لحاظ سے کتنی انتہائی چیز اس وقت آپ کے سامنے آئی اور اس واقعہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل یا آپ کی گرفتاری میں کون سی کسر باقی رہ گئی تھی۔ مگر باوجود اس کے کہ دشمن طاقتور تھا، سپاہی اس کے ساتھ تھے، ہتھیار اس کے پاس موجود تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالکل نہتے صرف ایک ساتھی کے ساتھ غار میں بیٹھے تھے۔ نہ ہتھیار آپؐ کے پاس تھا نہ حکومت آپؐ کی تائید میں تھی۔ نہ کوئی جتھا آپؐ کے پاس تھا۔ آپ کثیر التعداد دشمن کو اپنے ساتھ کھڑا دیکھنے کے باوجود فرماتے ہیں لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ تم کیوں یہ کہتے ہو کہ دشمن طاقتور ہے۔ کیا وہ خدا سے بھی زیادہ طاقتور ہے؟ جب خدا ہمارے ساتھ ہے تو ہمارے لئے گھبراہٹ کی کون سی وجہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی یہ گھبراہٹ بھی اپنے لئے نہیں تھی بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’بعض شیعہ لوگ اس واقعہ کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ نعوذ باللہ بے ایمان تھا۔ وہ اپنی جان دینے سے ڈر گیا۔ حالانکہ تاریخوں میں صاف لکھا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا

یا رسول اللہؐ! میں اپنی جان کے لئے تو نہیں ڈرتا۔ میں اگر مارا گیا تو صرف ایک آدمی مارا جائے گا۔ میں تو آپؐ کے لئے ڈرتا ہوں۔ کیونکہ اگر آپؐ کو نقصان پہنچا تو صداقت دنیا سے مٹ جائے گی۔‘‘

(خطبات محمود جلد 28 صفحہ 416-417)

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات انبیاء سے ہی مخصوص نہیں بلکہ ان سے اتر کر بھی

اپنے اپنے زمانے میں ایسے لوگ ملتے ہیں کہ جو کام انہوں نے اس وقت کیا وہ ان کا غیر نہیں کرسکتا تھا۔

مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو لے لو۔ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپ بھی کسی وقت اپنی قوم کی قیادت کریں گے۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ آپؓ کمزور طبیعت، صلح کل اور نرم دل واقع ہوئے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی جنگوں کو دیکھ لو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بڑی جنگ میں بھی حضرت ابوبکرؓ کو فوج کا کمانڈر نہیں بنایا۔ بے شک بعض چھوٹے چھوٹے غزوات ایسے ہیں جن میں آپؓ کو افسر بنا کر بھیجا گیا مگر بڑی جنگوں میں ہمیشہ دوسرے لوگوں کو ہی کمانڈر بنا کر بھیجا جاتا تھا۔ اسی طرح دوسرے کاموں میں بھی آپ کو انچارج نہیں بنایا جاتا تھا۔ باقی قرآن کریم کی تعلیم ہے یا قضا وغیرہ کا کام ہے یہ بھی آپ کے سپرد نہیں کیا گیا۔ (حضرت ابوبکرؓ کے سپرد نہیں کیا گیا) لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ جب ابوبکر کا وقت آئے گا تو جو کام ابوبکر کرلے گا وہ اس کا غیر نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہوئے اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوگیا کہ کون خلیفہ ہو اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے ذہن میں بھی یہ بات نہ تھی کہ آپ خلیفہ ہوں گے۔ آپ سمجھتے تھے کہ حضرت عمرؓ وغیرہ ہی اس کے اہل ہو سکتے ہیں۔ انصار میں جو جوش پیدا ہوا اور انہوں نے چاہا کہ خلافت انہی میں سے ہو کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم نے اسلام کی خاطر قربانیاں کی ہیں اور اب خلافت کا حق انصار کا خیال تھا کہ ہمارا ہے اور ادھر مہاجرین کہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ایک جھگڑا برپا ہو گیا۔ انصار کہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو اور مہاجرین کہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو۔ آخر انصار کی طرف سے جھگڑا اس بات پر ختم ہوا کہ ایک خلیفہ مہاجرین میں سے ہو اور ایک خلیفہ انصار میں سے ہو۔ اس جھگڑے کو دُور کرنے کے لیے ایک میٹنگ بلائی گئی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت مَیں نے سمجھا کہ حضرت ابوبکرؓ بے شک نیک اور بزرگ ہیں لیکن اس گتھی کو سلجھانا ان کا کام نہیں ہے۔ (یہ بہت مشکل کام ہے ان کے لیے۔) اس گتھی کو اگر کوئی سلجھا سکتا ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ مَیں ہی ہوں۔ یہاں طاقت کا کام ہے۔ نرمی اور محبت کا کام نہیں۔ (اور حضرت ابوبکرؓ تو نرمی اور محبت دکھانے والے ہیں۔) چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں مَیں نے سوچ سوچ کر ایسے دلائل نکالنے شروع کیے جن سے یہ ثابت ہو کہ خلیفہ قریش میں سے ہونا چاہیے اور یہ کہ ایک خلیفہ انصار میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے یہ بالکل غلط ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے بہت سے دلائل سوچے اور پھر اس مجلس میں گیا جو اس جھگڑے کو نپٹانے کے لیے منعقد کی گئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ بھی میرے ساتھ تھے۔ مَیں نے چاہا کہ تقریر کروں اور دلائل سے جو مَیں سوچ کر گیا تھا لوگوں کو قائل کروں۔ مَیں سمجھتا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اس شوکت اور دبدبے کے مالک نہیں کہ اس مجلس میں بول سکیں لیکن مَیں کھڑا ہونے ہی لگا تھا (حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں کھڑا ہونے ہی لگا تھا) کہ حضرت ابوبکرؓ نے غصہ سے ہاتھ مار کے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ اور خود کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ

خدا کی قسم! جتنی دلیلیں مَیں نے سوچی تھیں وہ سب کی سب حضرت ابوبکرؓ نے بیان کر دیں اور پھر اَور بھی کئی دلائل بیان کرتے چلے گئے اور بیان کرتے چلے گئے یہاں تک کہ انصار کے دل مطمئن ہو گئے اور انہوں نے خلافتِ مہاجرین کے اصول کو تسلیم کرلیا۔

یہ وہی ابوبکر تھا جس کے متعلق حضرت عمرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ کسی جھگڑے پر بازار میں حضرت ابوبکرؓ کے کپڑے پھاڑ دیے اور مارنے پر تیار ہو گئے تھے۔ یہ وہی ابوبکر تھا جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ کا دل رقیق ہے مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو وفات سے قبل آپؐ نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرے دل میں بار بار یہ خواہش اٹھتی ہے کہ مَیں لوگوں سے کہہ دوں کہ وہ میرے بعد ابوبکر

کو خلیفہ بنالیں لیکن پھر رک جاتا ہوں کیونکہ میرا دل جانتا ہے کہ میری وفات کے بعد خدا تعالیٰ اور اس کے مومن بندے ابوبکر کے سوا کسی اَور کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ آپؓ رقیق القلب انسان تھے اور اتنی نرم طبیعت کے تھے کہ ایک دفعہ آپؓ کو مارنے کے لیے بازار میں حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے آپؓ کے کپڑے پھاڑ دیے لیکن وہی ابوبکر جس کی نرمی کی یہ حالت تھی ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت عمرؓ آپؓ کے پاس آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ تمام عرب مخالف ہو گیا ہے۔ صرف مدینہ، مکہ اور ایک چھوٹی سی بستی میں نماز باجماعت ہوتی ہے۔ باقی لوگ نمازیں پڑھتے تو ہیں لیکن ان میں اتنا تفرقہ پیدا ہو چکا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے تیار نہیں اور اختلاف اتنا بڑھ چکا ہے کہ وہ کسی کی بات سننے کو تیار نہیں۔ عرب کے جاہل لوگ جو پانچ پانچ چھ چھ ماہ سے مسلمان ہوئے ہیں مطالبہ کر رہے ہیں کہ زکوٰۃ معاف کر دی جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ لوگ زکوٰۃ کے مسئلہ کو سمجھتے تو ہیں نہیں۔ اگر ایک دو سال کے لیے انہیں زکوٰۃ معاف کر دی جائے تو کیا حرج ہے؟ گویا وہ عمرؓ جو ہر وقت تلوار ہاتھ میں لیے کھڑا رہتا تھا اور ذرا ذرا سی بات بھی ہوتی تھی تو کہتا تھا یا رسول اللہﷺ! حکم ہو تو اس کی گردن اڑا دوں وہ ان لوگوں سے اتنا مرعوب ہو جاتا ہے، اتنا ڈر جاتا ہے، اتنا گھبرا جاتا ہے کہ ابوبکر کے پاس آ کر ان سے درخواست کرتا ہے کہ ان جاہل لوگوں کو کچھ عرصہ کے لیے زکوٰۃ معاف کر دی جائے ہم آہستہ آہستہ انہیں سمجھا لیں گے۔ مگر وہ ابوبکر جو اتنا رقیق القلب تھا کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ انہیں مارنے کے لیے تیار ہو گیا تھا اور بازار میں ان کے کپڑے پھاڑ دیے تھے۔ اس نے اس وقت نہایت غصہ سے عمر کی طرف دیکھا یعنی جب حضرت عمرؓ نے یہ بات ان سے کہی کہ لوگوں سے کچھ نہ کہا جائے جو باغی ہو رہے ہیں، دو سال تک نہ زکوٰۃ لیں ہم آگے سمجھا لیں گے۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ بات کی تو حضرت ابوبکرؓ نے نہایت غصہ سے عمرؓ کی طرف دیکھا اور کہا عمرؓ! تم اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہو جو خدا اور اس کے رسولؐ نے نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن یہ لوگ حدیثُ العہد ہیں۔ دشمن کا لشکر مدینہ کی دیواروں کے پاس پہنچ چکا ہے۔ کیا یہ اچھا ہو گا کہ یہ لوگ بڑھتے چلے آئیں اور ملک میں پھر طوائف الملوکی کی حالت پیدا ہو جائے یا یہ مناسب ہو گا کہ انہیں ایک دو سال کے لیے زکوٰۃ معاف کر دی جائے۔ یا طوائف الملوکی ہے یا یہ ہے کہ کسی طرح صلح کر لی جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر دشمن مدینہ کے اندر گھس آئے اور اس کی گلیوں میں مسلمانوں کو تہ تیغ کر دے اور عورتوں کی لاشوں کو کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں انہیں زکوٰۃ معاف نہیں کروں گا۔

خدا کی قسم! اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں یہ لوگ رسی کا ایک ٹکڑا بھی بطور زکوٰۃ دیتے تھے تو میں وہ بھی ان سے ضرور وصول کروں گا۔

پھر آپؓ نے فرمایا: عمر! اگر تم لوگ ڈرتے ہو تو بے شک چلے جاؤ۔ میں اکیلا ہی ان لوگوں سے لڑوں گا اور اس وقت تک نہیں رکوں گا جب تک یہ اپنی شرارت سے باز نہیں آ جاتے۔ چنانچہ لڑائی ہوئی اور آپ فاتح ہوئے یعنی حضرت ابوبکرؓ فاتح ہوئے اور اپنی وفات سے پہلے پہلے آپؓ نے دوبارہ سارے عرب کو اپنے ماتحت کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی زندگی میں جو کام کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ کوئی اَور شخص وہ کام نہیں کر سکتا تھا۔
(ماخوذ از خطبات محمود جلد 30 صفحہ 198 تا 200)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مکہ کے رؤساء کو لوگوں میں سے اس قسم کی عزت اور عظمت حاصل تھی کہ لوگ ان کے سامنے بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے اور ان کے احسانات بھی لوگوں پر اس کثرت کے ساتھ تھے کہ کوئی شخص ان کے سامنے آنکھ تک نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ان کی اس عظمت کا پتہ اس وقت لگ سکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جس سردار کو مکہ والوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا اس نے باتوں باتوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک کو ہاتھ لگا دیا۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی نے زور سے اپنا تلوار کا کندہ، جو دستہ ہوتا ہے تلوار کا اس کے ہاتھ پر مارا اور کہا اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک کو مت لگاؤ۔ اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تا کہ معلوم کرے کہ یہ کون شخص ہے جس نے میرے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارا ہے۔ صحابہؓ چونکہ خود پہنے ہوئے تھے اس لیے ان کو صرف آنکھیں اور ان کے حلقے ہی دکھائی دیتے تھے۔ وہ تھوڑی دیر غور سے دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا کیا تم فلاں شخص ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں مَیں نے فلاں فلاں موقع پر تمہارے خاندان کو فلاں مصیبت سے نجات دی اور فلاں موقع پر تم پر فلاں احسان کیا۔ کیا تم میرے سامنے بولتے ہو؟ حضرت مصلح موعودؓ اس احسان کا، اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آج کل ہم دیکھیں تو احسان فراموشی کا مادہ لوگوں میں اس قدر عام ہو چکا ہے کسی پر شام کو احسان کرو تو صبح کو وہ بھول جاتا ہے اور کہتا ہے کیا مَیں اب ساری عمر اس کا غلام بنا رہوں؟ میرے پر احسان کر دیا تو کیا ہو گیا وہ ساری عمر کی غلامی چھوڑ ایک رات کے احسان کی قدر تک برداشت نہیں کر سکتا مگر عربوں میں احسان مندی کا جذبہ بدرجۂ کمال پایا جاتا تھا۔ اب یہ ایک نہایت ہی نازک موقع تھا مگر جب اس نے اپنے احسانات گنوائے تو اس صحابی کی نظریں زمین میں گڑ گئیں اور شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ احسان کی اتنی قدر ہوتی تھی۔ اس پر پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنی شروع کر دیں اور کہا مَیں عرب کا باپ ہوں۔ مَیں تمہاری منت کرتا ہوں کہ تم اپنی قوم کی عزت رکھ لو اور دیکھو یہ جو تمہارے ارد گرد جمع ہیں یہ تو مصیبت آنے پر فوراً بھاگ جائیں گے اور تمہارے کام آخر تمہاری قوم ہی آئے گی۔ پس کیوں اپنی قوم کو ذلیل کرتے ہو مَیں عرب کا باپ ہوں۔ وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار یہی کہتا تھا کہ مَیں عرب کا باپ ہوں۔ تم میری بات مان لو اور جس طرح میں کہتا ہوں اسی طرح عمرہ کیے بغیر واپس چلے جاؤ۔ اسی دوران میں اس نے اپنی بات پر زور دینے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منوانے کی خاطر آپؐ کی ریشِ مبارک کو پھر ہاتھ لگا دیا اور گو آپ کو، آپ کی ریشِ مبارک کو اس کا ہاتھ لگانا لجاجت کے رنگ میں تھا، بڑی منت کے رنگ میں کہنا چاہتا تھا اور اس لیے تھا کہ آپؐ سے وہ اپنی بات منوائے مگر چونکہ اس میں تحقیر کا پہلو بھی پایا جاتا تھا اس لیے صحابہؓ اسے برداشت نہ کر سکے اور جونہی اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کو ہاتھ لگایا پھر کسی شخص نے زور سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مارا اور کہا اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک کی طرف مت بڑھا۔ اس نے پھر آنکھیں اٹھائیں اور غور سے دیکھتا رہا کہ یہ کون شخص ہے جس نے مجھے روکا ہے اور آخر پہچان کر اس نے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں۔

اس شخص نے جو کافروں کا نمائندہ بن کے آیا تھا جب اس نے پہچانا اس شخص کو تو آنکھیں نیچی کر لیں۔ دیکھا! یہ تو ابوبکر ہیں تو کہنے لگا ابوبکر میں جانتا ہوں کہ تم پر میرا کوئی احسان نہیں تم ایسے شخص ہو جس پر میں نے کوئی احسان نہیں کیا۔

پس وہ دوسروں پر اس قدر احسانات کرنے والی قوم تھی کہ سوائے حضرت ابوبکرؓ کے جس قدر انصار اور مہاجر وہاں تھے ان سب پر اس ایک رئیس کا کوئی نہ کوئی احسان تھا اور حضرت ابوبکرؓ کے سوا اَور کسی میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس کے ہاتھ کو روک سکے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 20 صفحہ 484-485) وہی واحد شخص تھے جن پر اس شخص کا کوئی احسان نہیں تھا۔

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’زکوٰۃ تو ایسی ضروری چیز ہے کہ جو نہیں دیتا وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جب کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ (التوبہ:103) اس میں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ تُو لے۔ اب جب کہ آپؐ نہیں رہے تو اَور کون لے سکتا ہے؟ نادانوں نے یہ نہ سمجھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہو گا جو لے گا لیکن جہالت سے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ ادھر تو لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور ادھر فساد ہو گیا قریباً سارا عرب مرتد ہو گیا اور کئی مدعی نبوت کھڑے ہو گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ نعوذ باللہ اسلام تباہ ہونے لگا ہے۔ ایسے نازک وقت میں صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپؓ ان لوگوں سے جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے فی الحال نرمی سے کام لیں۔ حضرت عمرؓ جن کو بہت بہادر کہا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ گو مَیں کتنا ہی جری ہوں مگر ابوبکرؓ جتنا نہیں کیونکہ مَیں نے بھی اس وقت یہی کہا کہ ان سے نرمی کی جائے۔ پہلے کافروں کو زیر کر لیں پھر ان کی اصلاح کر لیں گے لیکن ابوبکرؓ نے کہا ابن قحافہ کی کیا حیثیت ہے؟

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے حکم کو بدلائے میں تو ان سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک کہ یہ لوگ پوری طرح زکوۃ نہ دیں اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اونٹ باندھنے کی ایک رسی جو دیتے تھے'' وہ بھی نہ دیں'' وہ بھی ادا نہ کر دیں۔

اُس وقت صحابہؓ کو پتہ لگا کہ خدا کا بنایا ہوا خلیفہ کس قدر جرأت اور دلیری رکھتا ہے؟

آخر حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو زیر کیا اور اُن سے زکوۃ لے کر چھوڑی۔''
(اصلاح نفس، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 452)

حضرت ابوبکرؓ کی مالی قربانی کے بارے میں

آتا ہے، ایک مصنف لکھتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم کی خطیر رقم موجود تھی اور ظاہر ہے کہ مالِ تجارت، اسباب واملاک اس کے علاوہ تھے۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق تو ان کے پاس ایک ملین یعنی دس لاکھ درہم کی رقم موجود تھی۔ مکہ میں عام مسلمانوں کی اعانت اور غریب مسلمانوں کی کفالت پر ہزار ہا درہم خرچ کر دیے تاہم جب انہوں نے ہجرت کی تو پانچ چھ ہزار درہم نقد ساتھ تھے۔ ایک روایت کے مطابق وہ یہ ساری رقم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات کے لیے بچا کر رکھتے گئے اور بوقتِ ہجرت مدینہ لے کر آئے تھے۔ اسی رقم سے انہوں نے ہجرت کے دوران سفر کے اخراجات کے علاوہ بعد ہجرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خاندان میں سے بعض کے سفر کے اخراجات دیے تھے اور مدینہ میں مسلمانوں کے لیے کچھ زمین بھی خریدی تھی۔
(مقالات سیرت از ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس جلد 2 صفحہ 433-434 مکتبہ اسلامیہ لاہور 2015ء)
(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۲۸ ''ابوبکر الصدیق'' ومن بنی تیم بن مرۃ بن کعب۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء)

حضرت ابنِ عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری بیماری میں کہ جس میں آپؐ کی وفات ہوئی آپؐ باہر تشریف لائے اور آپؐ نے اپنا سر ایک کپڑے سے باندھا ہوا تھا۔ آپؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جو بلحاظ اپنی جان اور مال کے مجھ پر ابوبکر بن ابو قحافہ سے بڑھ کر نیک سلوک کرنے والا ہو۔
(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد، روایت نمبر ۴۶۷)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مجھے کسی مال نے کبھی وہ فائدہ نہیں پہنچایا جو مجھے ابوبکر کے مال نے فائدہ پہنچایا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ یہ سن کے رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں اور میرا مال تو صرف آپؐ ہی کے لیے ہیں اے اللہ کے رسول!
(سنن ابن ماجہ، مقدمہ، باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر ۹۴)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ''ایک جہاد کے موقع کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں مجھے خیال آیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ مجھ سے بڑھ جاتے ہیں۔ آج میں ان سے بڑھوں گا۔ یہ خیال کر کے میں گھر گیا اور اپنے مال میں سے آدھا مال نکال کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لے آیا۔ وہ زمانہ اسلام کے لئے انتہائی مصیبت کا دور تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سارا مال لے آئے'' ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ ''حضرت ابوبکرؓ اپنا سارا اثاثہ حتیٰ کہ لحاف اور چارپائیاں بھی اٹھا کر لے آئے۔'' بہرحال ''اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔'' سارا مال۔ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ابوبکرؓ! گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسولؐ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ سن کر مجھے سخت شرمندگی ہوئی اور میں نے سمجھا کہ آج میں نے سارا زور لگا کر ابوبکرؓ سے بڑھنا چاہا تھا مگر آج بھی مجھ سے ابوبکرؓ بڑھ گئے۔''

حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ ''ممکن ہے کوئی کہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سارا مال لے آئے تھے تو پھر گھر والوں کے لئے انہوں نے کیا چھوڑا؟ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ اس سے مراد گھر کا سارا اندوختہ تھا۔ وہ تاجر تھے اور جو مال تجارت میں لگا ہوا تھا وہ نہیں لائے تھے اور نہ مکان بیچ کر آ گئے تھے۔'' (فضائل القرآن (3)، انوار العلوم جلد 11 صفحہ 577) (خطبات محمود جلد 37 صفحہ 134-135) بلکہ وہ گھر کا سامان لے کے آئے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

''اس واقعہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو کمال ظاہر ہوتے ہیں ایک یہ کہ وہ قربانی میں سب سے آگے بڑھ گئے اور دوسرے یہ کہ باوجود اپنا سارا مال لانے کے پھر سب سے پہلے پہنچ گئے

اور جنہوں نے تھوڑا دیا تھا وہ اس فکر میں ہی رہے کہ کتنا گھر میں رکھیں اور کتنا لائیں۔ مگر باوجود اس کے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق یہ کہیں نہیں آتا کہ انہوں نے دوسروں پر اعتراض کیا ہو۔'' سارا کچھ لے آئے لیکن یہ نہیں ہوا کہ انہوں نے اعتراض کیا۔ دیکھو میں لے آیا ہوں اور وہ دوسرے نہیں لے کے آتے۔

''حضرت ابوبکرؓ قربانی کر کے بھی یہ سمجھتے تھے کہ ابھی خدا کا میں دیندار ہوں اور میں نے کوئی اللہ تعالیٰ پر احسان نہیں کیا بلکہ اس کا احسان ہے کہ اس نے مجھے توفیق دی'' ہے۔
(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 580)

پس حضرت مصلح موعودؓ اس ضمن میں بیان فرما رہے ہیں کہ مالی قربانی کرنے والوں کو اپنا دیکھنا چاہیے۔ ان منافقوں کی طرح نہیں ہونا چاہیے جو خود بھی چندہ نہیں دیتے اور اگر تھوڑا سا دے دیں تو دوسروں پہ اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے کم دیا اور فلاں نے اتنا دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ''صحابہؓ کی تو وہ پاک جماعت تھی جس کی تعریف میں قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ کیا آپ لوگ ایسے ہیں؟ جب خدا کہتا ہے کہ حضرت مسیح کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے۔ جو صحابہؓ کے دوش بدوش ہوں گے۔ صحابہؓ تو وہ تھے۔ جنہوں نے اپنا مال، اپنا وطن راہِ حق میں دے دیا۔ اور سب کچھ چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اکثر سنا ہو گا۔ ایک دفعہ جب راہِ خدا میں مال دینے کا حکم ہوا تو گھر کا کل اثاثہ لے آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے۔ تو فرمایا کہ خدا اور رسول کو گھر میں چھوڑ آیا ہوں۔

رئیس مکہ ہو اور کمبل پوش۔ غربا کا لباس پہنے۔ یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ تو خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔

ان کے لئے تو یہی لکھا ہے کہ سیفوں (تلواروں) کے نیچے بہشت ہے۔'' (ملفوظات جلد 1 صفحہ 43 ایڈیشن 1984ء) یعنی تلواروں کے نیچے بہشت ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ''صحابہؓ کی حالت دیکھو! جب امتحان کا وقت آیا تو جو کچھ کسی کے پاس تھا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے اوّل کمبل پہن کر آ گئے۔ پھر اس کمبل کی جزا بھی اللہ تعالیٰ نے کیا دی'' یعنی کہ سب کچھ لے آئے اور صرف ایک کمبل اوڑھ لیا اپنے اوپر۔ اللہ تعالیٰ نے کیا جزا دی'' کہ سب سے اوّل خلیفہ وہی ہوئے۔'' فرمایا ''غرض یہ ہے کہ اصلی خوبی، یعنی سب سے اوّل کام کرنا۔ کہ ''خیر اور روحانی لذت سے بہرہ ور ہونے کے لئے وہی مال کام آ سکتا ہے۔ جو خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے۔''
(ملفوظات جلد 1 صفحہ 210-211 ایڈیشن 1984ء)

ان شاء اللہ تعالیٰ باقی ذکر آئندہ۔

(الفضل انٹرنیشنل 16/ دسمبر 2022ء صفحہ 5 تا 10)

راشدہ مصطفیٰ

لجنہ اماء اللہ کا پس منظر اور سو سالہ ترقیات کا سفر

1922ء - 2022ء

قسط 3

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں خدمت قرآن کریم کا آغاز

صحابیات نے جو کچھ سیکھا اور حاصل کیا وہ سب فیض تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اور تربیت تھی حضرت اُم المؤمنینؓ کی۔ ایک خاص تعداد مستورات کی ایسی تھیں جنہوں نے حضرت اقدسؑ کی کتب پڑھ کر تقریر سن کر اپنے دلوں میں علم وفضل کی شمعیں روشن کر لی تھیں۔

مکرمہ استانی سکینۃ النساء صاحبہ اہلیہ قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل نے اپنے گاؤں گولیکی میں چھوٹی بچوں کا اسکول کھول رکھا تھا جہاں وہ بچوں کو نماز کا قرآن اور دنیاوی تعلیم دیتی تھیں۔

''حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں'' یہ قرآن کریم کی تفسیر پڑھنے اور سمجھنے سے ہی علم آتا ہے۔ زینب بی بی صاحبہ اہلیہ مولوی فضل الدین صاحب کھاریاں نے عیسائی عورت کو کھسک جانے پر مجبور کر دیا۔ واقعہ یوں ہے کہ جب آپ نے بیعت کی تو ان دنوں کھاریاں کا قصبہ عیسائی مشنریوں کا نشانہ تھا۔ عیسائی عورتیں آ آ کر مسلمان عورتوں سے پوچھتی تھیں کہ حضرت عیسی زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔ جاہل عورتیں جن کو کچھ قرآن کا پتہ نہیں تھا اور سن کر غلط عقیدہ قائم کر لیا تھا کہہ دیتیں کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔ اس پر عیسائی عورتیں ان کو کہتیں جو زندہ ہو وہی بڑا ہوسکتا ہے۔ اس طرح ان کو عیسائیت کی تبلیغ کرتیں جس کا جواب جاہل عورتوں کے پاس کچھ نہ تھا۔ زینب بی بی صاحبہ نے جب بیعت کر لی تو چند روز بعد ایک عیسائی عورت تبلیغ کرنے کی خاطر آپ کے کے محلہ میں آئی اور سوال جواب شروع کیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور اس کا ثبوت قرآن مجید پیش کرتا ہے۔ آپ نے کچھ ایسے موئثر رنگ میں یہ جواب دیا کہ اس عورت نے کھسک جانے میں ہی خیر سمجھی اور پھر بھولے سے بھی ادھر کا رخ نہیں کیا۔

جب لجنہ کا قیام کھاریاں میں ہوا تو آپ ہی لجنہ کی پہلی صدر مقرر ہوئیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 7-12)

صحابیہ غلام فاطمہ صاحبہ اہلیہ میاں اللہ بخش صاحب امرتسری جو 313 صحابہ میں سے تھے۔ آپ کو دار المسیح ٹھہرنے کا موقع ملا۔ آپ اپنے خاوند کی وفات کے بعد اپنے داماد ملک مولا بخش صاحب کے پاس رہیں اور آخر تک بچوں کو قرآن مجید پڑھایا کرتی تھیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 12-13)

کرم بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت منشی امام الدین صاحب پٹواری نے اپنے گھر میں ایک چھوٹا سا مدرسہ کھول رکھا تھا۔ گاؤں کے چھوٹے بچے اور مستورات بھی قرآن مجید پڑھنے کے لئے آتیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 13)

یہ سب صحابیات خدمت قرآن کے لیے ہروقت تیار رہتی تھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت سے انہیں زندہ خدا پر ایمان حاصل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پوری شان سے ان کے دلوں میں جلوہ گر ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت میں صحابیات نے قرون اولیٰ کی نظیر قائم کی۔ بیج بویا جاچکا تھا کونپلیں نکل چکی تھیں، پودے بڑھ رہے تھے۔ ضرورت تھی صرف آبیاری کی جس کے ذریعہ وہی پودے بڑھ کر تناور درخت بنیں۔ غنچے کھل کر پھول بنیں جن سے تمام گلشن احمد لہلہانے لگ جائے اور دنیا کی فضا ان پھولوں کی خوشبو سے معطر ہو جائے۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 16)

خلفائے کرام کی خدمات قرآن

- حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا خاندان بہت علم دوست اور دیندار تھا۔ دن رات قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔ آپؓ نے قرآن کریم اپنی ماں کی گود میں ہی پڑھا تھا۔ آپؓ شروع ہی سے بہت غضب کا حافظہ رکھتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا زمانہ صحابہ کرام کے زمانے کی یاد دلاتا تھا۔ قرآن کریم اور دوسرے دینی علوم پڑھنے کا جماعت میں ایک زبردست ولولہ تھا۔ جو عشق آپ کے دل میں تھا وہی عشق آپؓ نے جماعت میں بھی پیدا کر دیا تھا۔

آپؓ نے آخری وصیت جو لکھوائی اس میں لکھوایا:

''میرا جانشین متقی ہو۔ ہردلعزیز عالم باعمل ہو۔ حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی اور درگزر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیرخواہ تھا وہ سب کا خیر خواہ رہے۔ قرآن و حدیث کا درس جاری رہے۔''

(نظام خلافت اور خلافت احمدیہ کے سو سال صفحہ 224)

- حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تعلیم القرآن کے متعلق ہدایات دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمیں قرآن کریم کے ترجمہ کی طرف توجہ کرنی چاہئے کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ رہے جسے قرآن نہ آتا ہو۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہو گی اگر ہم قرآن مجید کی تعلیم اور اس کے مطالب کو سمجھنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں۔''

(مشعل راہ صفحہ 390-391)

- حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''لجنہ اماء اللہ کا فرض ہے کہ وہ اس بات کی نگرانی کرے کہ ہر جگہ لجنہ اماءاللہ کی ممبران اور ناصرات الاحمدیہ ان لوگوں کی نگرانی میں جن کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کلام الٰہی پڑھ رہی ہیں یا نہیں۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ ہم پوری طاقت کے ساتھ اور انتہائی کوشش کے ساتھ تعلیم کلام الٰہی کے اس دوسرے دور میں داخل ہوں تو ساری دنیا کا معلم بننے کی تربیت آپ ہی کو حاصل کرنی چاہیے۔ خدا جانے آپ میں سے کس کو یہ توفیق ملے کہ وہ ساری دنیا میں تعلیم کلام الٰہی کی کلاس کھولنے کا کام کرے۔''

(نور فرقان صفحہ 74-89)

- حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم کس طرح اعلیٰ درجہ کی قرآن خوانی سکھا سکتے ہیں اور قرآن کے مطالب سکھا سکتے ہیں۔ کیونکہ قاری دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ ایک تو وہ جو اچھی تلاوت کرتے ہیں اور ان کی آواز میں ایک کشش پائی جاتی ہے اور تجوید کے لحاظ سے درست ادائیگی کرتے ہیں لیکن محض پر کشش آواز سے تلاوت میں جان نہیں پڑا کرتی۔ ایسے قاری اگر قرآن کریم کے معنی نہ جانتے ہوں تو وہ تلاوت کا بُت تو بنا دیتے ہیں تلاوت کے زندہ پیکر نہیں بنا سکتے۔ لیکن جو قاری سمجھ کر تلاوت کرتے ہیں اور تلاوت کے اس مضمون کے نتیجہ میں ان کے دل پگھل رہے ہوتے ہیں۔ ان کے دل میں خدا کی محبت کے جذبات اٹھ رہے ہوتے ہیں۔ ان کی تلاوت میں ایک ایسی بات پیدا ہوجاتی ہے جو اصل روح ہے تلاوت کی... تلاوت کے اس پہلو پر بہت زور دینا چاہیے۔ خواہ تھوڑا پڑھا جائے لیکن ترجمہ کے ساتھ مطلب کہ بیان کے ساتھ پڑھا جائے اور بچے کو یہ عادت ڈالی جائے کہ جو کچھ بھی وہ تلاوت کرتا ہے وہ سمجھ کر کرتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 10/فروری 1989ء بمقام مسجد فضل لندن)

- حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''احمدی ماؤں اور بچیوں کو میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ جب آپ نمازوں کی طرف توجہ کریں تو قرآن کریم کے پڑھنے اور اس کو سمجھنے کی طرف بھی توجہ کریں۔ اس سے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پتہ چلے گا اور اس سے آپ کو اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرنے کے راستے ملیں گے۔ پس قرآن کریم کی تلاوت کرنا اور اس کا ترجمہ پڑھنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکموں کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ ایک احمدی مسلمان کے لیے بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے اتاری تھی کہ آپؐ کے ماننے والے اس پر عمل کریں۔ اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالیں اور خدا تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوں۔ اس کا پیار حاصل کرنے والے ہوں۔

(الازہار لذوات الخمار جلد سوم حصہ اول صفحہ 354-355)

لجنہ اماء اللہ کے ابتدائی نصاب اور موجودہ نصاب کا موازنہ کریں تو حیرت ہوتی ہے کہ ہم اس مقام پر کیسے پہنچ گئیں۔ کیسے اتنے بڑے بڑے پروگرام ہو رہے ہیں۔ سب سے بڑا کام مجلس مشاورت کا انعقاد ہے جو پورے ملک کی لجنہ شامل ہو کر اس سے مستفید ہوتی ہے۔ جلسے اور اجتماعات، اجلاسات، تربیتی تعلیمی کلاسز نمائش کا انتظام غرض کہ ماشاء اللہ اتنے کام لجنہ کر رہی ہے۔

1923ء اور 1924ء میں لجنہ کو صرف کلمہ باترجمہ، نماز سادہ، یسرنا القرآن اور باترجمہ نماز کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی اور جن کو آتا تھا ان کو زیادہ تعلیم دی جاتی تھی۔ جو عورتیں بیعت کرنے آتی تھیں ان کو کلمہ تک نہیں آتا تھا۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 128)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عورتوں کے لیے پرائمری کی تعلیم لازمی قرار دی اور فرمایا:

''اگلے سال کے لئے یہی تجویز رکھی جاتی ہے کہ ہر جماعت اس امر کی پابند ہو کہ اس کی تمام عورتوں کو نماز باقاعدہ آتی ہو۔ یعنی وضو کرنا نماز کی حرکات، نماز کے الفاظ پورے طور پر آتے ہوں۔ ابھی ہم ترجمہ کی شرط نہیں لگاتے ہاں جو پڑھ سکیں نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔ مگر نماز اور اس کے قواعد کلمہ اور اس کے معنی ضرور ہر احمدی عورت کو سکھا دیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 139)

یہ 1924 کی مجلس مشاورت کے وقت نصاب متعین کیا گیا تھا جبکہ آپ موجودہ دور میں نصاب کی تفصیل بیان کریں تو اپنی کارکردگی اور ترقی پر نازاں وفرحاں ہیں۔ یہ نصاب اب مکمل ترجمۃ القرآن تک پہنچ چکا ہے۔ مکمل باترجمہ نماز، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام، احادیث اور مقالہ نویسی وغیرہ وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ ہر سال کوئی نہ کوئی سورۃ حفظ کے لیے مقرر کر دی جاتی ہے۔ جس میں لجنہ اماء اللہ شوق سے حصہ لیتی ہیں اور یاد کر کے سناتی ہیں۔ اسے اجتماع کے موقع پر باقاعدہ مقابلہ میں شامل کیا جاتا ہے اور پوزیشن لینے والی ممبرات لجنہ کو انعامات بھی دیے جاتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی لجنہ اماء اللہ کی ایک بہت بڑی خدمت قرآن ہے کہ اس نے لجنہ کو حفظ کرنے کی تحریک کی کہ وہ اپنے سینے اس نور سے روشن کریں تا کہ دین و دنیا میں کامیابی حاصل کرسکیں۔

باقاعدہ ترجمۃ القرآن کا پروگرام

لجنہ اماء اللہ اپنی ممبرات کی تعلیم و تربیت کی طرف پوری توجہ رکھتی ہے اور ہر سال باقاعدہ ہدایات جاری کی جاتی ہیں کہ کس طرح ممبرات کو ترجمہ قرآن سکھایا جائے۔ ان ہدایات کا ایک خاکہ پیش خدمت ہے جس کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ لجنہ اماء اللہ کس قدر خدمت قرآن میں مصروف ہے۔

سال 2009ء سے لے کر اب تک 2022ء میں بھی ہدایات جاری کی جارہی ہیں اور اس طرح لائحہ عمل بنا کر دیا جاتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نہایت بابرکت کلام ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں رہنمائی موجود ہے۔ قرآن کریم کی برکات حاصل کرنے کے لئے، اس کے احکام پر سچے دل سے عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ لیکن ہم قرآن کریم کی تعلیمات کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک قرآن کریم کا ترجمہ نہ سیکھ لیں۔

- بحیثیت ایک احمدی ہمارا فرض ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ سیکھیں اور اسے بار بار سمجھ کر پڑھیں لیکن گزشتہ کئی سال سے جائزے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے کی طرف توجہ کم ہے۔
- اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے لجنہ اماء اللہ پاکستان نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ سال بھی ترجمۃ القرآن کا سال ہی منایا جائے۔
- واقفات عارضی اور موصیات جو ترجمہ قرآن سکھانے کی اہلیت رکھتی ہیں وہ تعاون کریں اور باقاعدہ پروگرام بنا کر کلاس لگائیں تا کہ زیادہ سے زیادہ ممبر استفادہ کر سکیں۔ ان کلاسز کی رپورٹ بھی لجنہ پاکستان میں بھجوائیں۔
- یہ تحریک ہر عمر کی ممبر کے لیے ہے۔ لیکن سب سے زیادہ پندرہ سے بیس سال اور بیس سے پچیس سال کی عمر کی بچیوں کی طرف توجہ دی جائے تا کہ بعد میں اپنی دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ترجمہ پڑھنا بھی جاری رکھیں۔
- اسی طرح وہ ممبرات جو تعلیم کے بعد فارغ ہیں یا ملازمت کر رہی ہیں ان کی طرف بھی خاص توجہ کی ضرورت ہے۔
- یہ تحریک صرف چند مجالس تک محدود نہیں رہنی چاہیے بلکہ اس میں شہر، قصبہ، دیہات سب شامل ہیں۔
- قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے کی اہمیت اور فضیلت کے متعلق مسلسل بتایا جاتا رہے تا کہ ممبرات میں ترجمہ سیکھنے کا شوق پیدا ہو۔
- ترجمہ سکھانے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا جائے مثلاً ترجمۃ القرآن کی مستقل کلاسز، وقف عارضی، آڈیو کیسٹ، ممبرات ازخود بھی باترجمہ قرآن سیکھ سکتی ہیں۔ کوشش کریں کہ تلاوت کے بعد ترجمہ بھی ساتھ ساتھ پڑھ لیا کریں۔ ایم ٹی اے ترجمۃ القرآن کلاس سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔
- ضلعی صدران سال کے آخر میں اطلاع دیں کہ انہوں نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کتنی معلمات تیار کیں نیز معلمات نے آگے کتنی ممبرات کو پڑھانا شروع کیا ہے۔

مجلس شوریٰ میں عورتوں کی تعلیم و تربیت کا ایجنڈا پہلی مرتبہ زیر بحث لایا گیا۔

31/ مارچ اور یکم اپریل 1923ء میں اس معاملے کو زیر بحث لایا گیا۔ مردوں کی اس شوریٰ میں لجنہ کے لیے پردہ دار جگہ بنا دی گئی تھی۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

''ہمارے لئے احمدیت ایک قیمتی ورثہ ہے اگر ہماری عورتیں اپنی اولاد میں دین کو پختہ کر دیں تو وہ بڑا کام کریں گی اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو دین میں پختہ کر دیں اور ہماری نسلیں ہم سے زیادہ دین کی پابند ہوں۔ علوم نے ترقی کی ہے مفید علوم سے ان کو واقف ہونا چاہیے تا کہ وہ اولاد کو ان ابتدائی باتوں سے آگاہ کریں۔''

(تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 125-126)

چنانچہ کمیٹی نے اپنی سفارشات پیش کیں جس کی شق نمبر 1 یہ تھی کہ ناظر صاحب تربیت کو خاص طور پر تعلیم نسواں کی طرف توجہ دلائی جائے اور شق نمبر 4 تھی کہ قاعدہ یسّرنا القرآن اور ترجمہ نماز ہر عورت کو یاد کروایا جائے۔ اس کی آٹھ سفارشات پیش کی گئیں جن کا تعلق پہلی شق سے تھا۔

چنانچہ شوریٰ کے بعد لجنہ اماء اللہ نے اس کی طرف خاص توجہ دینی شروع کر دی۔ محترمہ امۃ الحیؓ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تقریباً دس پندرہ شاگردوں کو صبح 6 بجے سے 10:30 تک ترجمۃ القرآن، حدیث شریف، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سبق پڑھاتی اور خوب ذہن نشین کرواتی تھیں۔

محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ بھی اپنا بہت وقت تعلیم و تربیت کے لیے دیتیں۔ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب حضرت سیدہ اُمّ ناصر احمد صاحبہ سے پڑھتی تھیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 125-126)

اور بھی لجنہ ترجمۃ القرآن کا کام باقاعدگی سے کرنے لگ گئیں۔

پہلی تعلیم القرآن کلاس کا آغاز

مارچ 1948ء کی مجلس مشاورت کے موقع پر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ جس طرح ہر سال مردوں کے لئے تعلیم القرآن کلاس کا انتظام ہوتا ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی اس کا انتظام کیا جائے۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس تجویز پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''بہت اچھی بات ہے۔ کیا قرآن مجید صرف مردوں کے لئے نازل ہوا ہے۔ عورتوں کے لئے نہیں۔''

چنانچہ اس دفعہ رمضان المبارک میں رتن باغ میں عورتوں کے لئے بھی تعلیم القرآن کلاس کا انتظام کیا گیا۔ جس میں بیرونی لجنات سے دس طالبات شامل ہوئیں۔ 12/ جولائی 1948ء بروز پیر صبح سات بجے کلاس کی پڑھائی شروع ہوئی۔ کلاس کا روزانہ وقت تین گھنٹے مقرر ہوا۔ روزانہ نصاب مندرجہ ذیل تھا۔

1۔ قرآن مجید کے ابتدائی تین پارے مع ترجمہ و تفسیر
2۔ سیرت و تاریخ
3۔ سلسلہ کے مخصوص عقائد اور اختلافی مسائل پر نوٹ
4۔ عربی بول چال ابتدائی گرامر
5۔ فقہ کے تمام ضروری مسائل
6۔ ابتدائی طبی امداد

یہ کلاس جو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے زیر اہتمام پہلی تعلیم القرآن کلاس تھی رمضان المبارک میں جاری رہی۔ چونتیس طالبات میں سے چوبیس امتحان میں شریک ہوئیں۔ سب طالبات کامیاب ہوئیں۔ اس کا نتیجہ جب حضرت صاحبزادہ بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا:

''مجھے تعلیم القرآن کی زنانہ کلاس کا نتیجہ دکھایا گیا ہے جو خدا کے فضل سے بہت خوش کن اور امید افزا ہے۔''

ترجمۃ القرآن کلاس کا یہ آغاز لجنہ اماء اللہ کی تعلیم و تربیت میں روز بروز اضافہ کر رہا ہے اور جہاں علم میں اضافہ ہو رہا ہے وہاں جماعت کی محبت اور خلافت سے وفا اور خلوص بھی پیدا ہو رہا ہے۔ 1948ء کا یہ آغاز آج بھی اللہ کے فضل سے جاری و ساری ہے اور اس نے حد درجہ ترقی کر لی ہے اور کئی طریقوں سے اس کی پلاننگ کی جاتی ہے۔

(تاریخ لجنہ جلد دوم صفحہ 81-82)

حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگمؓ ام المؤمنینؓ کی لجنہ کے لئے خدمات

تاریخ لجنہ جلد اول کے صفحہ 81 پر تحریر ہے کہ مکرمہ استانی سکینۃ النساء صاحبہ مرحومہ، استانی مریم صاحبہ اہلیہ حافظ روشن علی صاحب اور عزیزہ رضیہ صاحبہ مرحومہ کی روایت کے مطابق لجنہ اماء اللہ کا مذکورہ بالا پہلا اجلاس زیر صدارت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ہوا تھا اور صدر لجنہ کے انتخاب کے بعد ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حضرت سیّدہ اُمّ ناصر احمد صاحبہ کا ہاتھ پکڑ کر کرسی صدارت پر بٹھا دیا تھا۔ حضرت اُمّ ناصر احمد صاحبہ کو یہ فخر اور خصوصیت حاصل ہے کہ آپ نے 1922ء سے 1958ء تک سوائے دو سال کہ جب آپ نے بیماری کی وجہ سے رخصت لے لی لجنہ اماء اللہ کی صدر رہیں اور مستورات کی تعلیم و تربیت کی نگرانی فرماتی رہیں۔ لجنہ اماء اللہ کا قیام تو 1922ء میں ہوا لیکن حضرت اماں جانؓ عورتوں کی تربیت کے لیے روز اوّل سے ہی کوشاں رہیں۔

آپؓ لجنہ اماء اللہ کی مربی تھیں اور 14 ممبران میں سب سے پہلا نام آپ کا تھا۔ لجنہ اماء اللہ کے بنیادی مقاصد ''ابتدائی تحریک'' پر سب سے پہلے آپ ہی کے دستخط ہیں۔ وقتاً فوقتاً آپؓ لجنہ اماء اللہ کے اجلاسوں میں شرکت فرماتیں اور مناسب ہدایات سے نوازتیں۔ آپؓ کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے مسیح پاک کو مخاطب کر کے فرمایا تھا ''تیری ذریت منقطع نہیں ہو گی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے تو عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔''

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (اُمّ متین) حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت قرآن

آپؓ کی خدمت قرآن سے کون واقف نہیں۔ آپ نے حضور کے

ساتھ مل کر تفسیر کبیر کا کام مکمل کروایا۔ آپ خود اپنی اس کاوش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

”قرآن مجید سے آپؓ کو عشق تھا اور جس طرح آپؓ نے اس کی تفسیریں لکھ کر اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے۔ خدا تعالیٰ کی آپؓ کے متعلق پیشگوئی کہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ جن دنوں میں تفسیر کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا تھا نہ سونے کا نہ کھانے کا بس ایک دھن تھی کہ کام ختم ہو جائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہوگئی اور لکھتے چلے گئے۔ تفسیر صغیر تو لکھی ہی آپ نے بیماری کے پہلے حملے کے بعد یعنی 1956ء میں۔

طبیعت کافی کمزور ہو چکی تھی گو یورپ سے واپسی کے بعد صحت ایک حد تک بحال ہو چکی تھی مگر پھر بھی کمزوری باقی تھی۔ ڈاکٹر کہتے تھے آرام کریں۔ فکر نہ کریں۔ زیادہ محنت نہ کریں۔ لیکن آپؓ کو ایک دھن تھی کہ قرآن کے ترجمے کا کام ختم ہو جائے۔ بعض دن صبح سے شام ہو جاتی اور لکھواتے رہتے۔ کبھی مجھ سے املاء کرواتے۔ مجھے گھر کا کام ہوتا تو مولوی یعقوب صاحب مرحوم کو ترجمہ لکھواتے رہے۔ آخری سورتیں لکھوا رہے تھے غالباً انتیسواں سپارہ تھا یا آخری شروع ہو چکا تھا۔ (ہم لوگ نخلہ میں تھے وہیں تفسیر مکمل ہوئی تھی) کہ مجھے تیز بخار ہوگیا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ متواتر کئی دنوں سے مجھے ہی ترجمہ لکھوا رہے ہیں میرے ہی ہاتھوں یہ مقدس کام ختم ہو۔ میں بخار سے مجبور تھی۔ ان سے کہا کہ میں نے دوائی کھالی ہے آج یا کل بخار اتر جائے گا۔ دو دن آپ بھی آرام کر لیں۔ آخری حصہ مجھ سے ہی لکھوائیں تا میں ثواب حاصل کر سکوں نہیں مانے کہ میری زندگی کا کیا اعتبار۔ تمہارا بخار اترنے کے انتظار میں اگر مجھے موت آجائے تو؟ سارا دن ترجمہ لکھاتے رہے اور شام کے قریب تفسیر صغیر کا کام ختم ہوگیا۔“

(ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی صفحہ 110-111)

معروف لجنہ کی خدمت قرآن

- **اہلیہ حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہؓ**

حضرت اُم طاہر کے والد ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب تحریر کرتے ہیں:

”ایک مرتبہ میرے گھر والوں (یعنی اہلیہ صاحبہ) نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور مرد تو آپ کی تقریر بھی سنتے ہیں ہم پر کچھ رحمت ہونی چاہیے کیونکہ اس غرض کے لیے آئے ہیں کہ فیض حاصل کریں۔ حضورؑ بہت خوش ہوئے اور فرمایا ”جو سچے طلبگار ہیں ان کی خدمت کے لیے ہم ہمیشہ ہی تیار ہیں۔ ہمارا کام ہے کہ ہم ان کی خدمت کریں۔“

اس سے پہلے حضور نے کبھی عورتوں میں تقریر یا درس نہیں دیا تھا مگر ان کی التجا اور شوق کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کو جمع کر کے روزانہ تقریر شروع فرمادی۔ جو بطور درس تھی۔ پھر چند دن کے بعد حضورؑ نے حکم فرمایا کہ مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی نورالدین صاحب اور دیگر بزرگ بھی عورتوں میں درس دیا کریں۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب درس کے لیے بیٹھے اور سب عورتیں جمع ہوئیں۔“

(محسنات مصنفہ بشریٰ بشیر صفحہ 45-46)

یہ ان کی خدمت قرآن ہی تھی جس کے ذریعے دوسری مستورات کا بھی فائدہ ہو گیا اور انہوں نے مسیح پاک کے درس سے مستفید ہونے کا شرف پایا اور مسیح موعودؑ کی خوشنودی بھی حاصل کی۔

- **محترمہ ہاجرہ بیگم بنت محترم حکیم فضل الرحمن صاحب**

آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ حکیم نور الدینؓ صاحب کی نواسی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور کا درس قرآن کا سلسلہ خلافت اولیٰ میں بھی جاری رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے درس دیتے ہوئے ان کے بارے میں فرمایا:

”میری یہ بچی ایسی ہے کہ مجھے اطمینان ہے کہ قرآن کریم پڑھانے کا میرا کام عورتوں میں جاری رکھے گی۔“

آپؓ کی نواسی صاحبہ نے اپنے نانا جان کی اس بات پر عمل کر کے دکھایا۔ سینکڑوں عورتوں نے آپ سے قرآن پاک سیکھا۔

(محسنات مصنفہ بشریٰ بشیر صفحہ 46)

- **حضرت سیّدہ امۃ الحیؓ بنت حضرت حکیم مولوی نورالدینؓ**

آپ کو حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ آپ تقویٰ، طہارت اور زہد میں نمایاں مقام پر کھڑی نظر آتی ہیں۔ کیوں نہ ہوتیں۔ کس عاشق قرآن باپ کی لخت جگر تھیں اور کس ماحول کی پروردہ؟ گویا رگ و ریشہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت قرآن پاک سے عشق رچا ہوا تھا۔ آپ کی عمر 13 برس کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ عاشق قرآن کی عاشق قرآن بیٹی نے یہ صدمہ بڑے حوصلے سے برداشت کیا اور وفات کے تیسرے روز اس کمسن محسنہ نے اپنے جلیل القدر باپ کے جلیل القدر جانشین کو خط لکھا کہ

”گزارش ہے کہ میرے والد صاحب نے مرنے سے دو دن پہلے مجھے فرمایا کہ ہم تمہیں چند نصیحتیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا فرمائیں۔ میں ان شاء اللہ عمل کروں گی۔ تو فرمایا بہت کوشش کرنا کہ قرآن آجائے اور لوگوں کو بھی پہنچے۔ اور میرے بعد اگر میاں صاحب خلیفہ ہوں تو ان کو میری طرف سے کہہ دینا کہ عورتوں کا درس جاری رہے اور میں امیدوار ہوں آپ قبول فرمائیں گے۔ میری بھی خواہش ہے اور کئی عورتوں اور لڑکیوں کی بھی خواہش ہے کہ میاں صاحب درس کروائیں۔ آپ برائے مہربانی اگر صبح ہی شروع کرادیں۔ میں آپ کی نہایت مشکور ہوں گی۔“

حضرت مصلح موعودؓ کا اس وقت عورتوں میں درس دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن اپنے استاد اور آقا کی وصیت کے مطابق عورتوں میں درس قرآن شروع کیا۔ اور اس تڑپ سے تحریک کرنے والے کی دینی تعلیم و تربیت کر کے جماعت کی خواتین کے لیے نمونہ بنانے کے لئے آپ نے محترمہ امۃ الحیٰ صاحبہ سے شادی کر لی۔ جو آپ کی توقعات پر پوری اتریں۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ

”میں نے ارادہ کیا کہ فوراً ان کو تعلیم دوں مگر وہ اس شوق میں مجھ سے بھی آگے بڑھی ہوئی تھیں۔“

(محسنات مصنفہ بشریٰ بشیر صفحہ 46 تا 48)

- **حضرت اُمّ ناصر سیّدہ محمودہ بیگم حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ**

آپ کا گھر بھی ایک درسگاہ تھا۔ قرآن مجید اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا درس دیتیں۔ سینکڑوں لڑکیوں نے آپ سے قرآن مجید پڑھا۔ آپ ”احمدی خاتون“ کے لیے مضامین بھی لکھتی تھیں۔ آپ وہ مبارک ہستی تھیں جن کو حضرت مسیح موعودؑ سے فیض تربیت حاصل ہوا۔ جسے حضرت مصلح موعودؓ نے مزید صیقل کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل سے آپ نے اپنی اولاد کی ایسی تربیت فرمائی کہ ایک سے ایک روشن چاند ستاروں کی طرح چمکے ہیں۔

(محسنات مصنفہ بشریٰ بشیر صفحہ 48)

- **محترمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ**

آپ بھی عاشق قرآن تھیں بہت پرسوز آواز پائی تھی۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر خوش الحانی سے تلاوت کرتیں۔ سینکڑوں لڑکیوں نے آپ سے قرآن پڑھا۔

- **محترمہ سارا درد اہلیہ مولانا عبدالرحیم درد صاحب**

آپ کا صحن بھی ہر وقت قرآن مجید سیکھنے والے بچوں اور لڑکیوں سے بھرا رہتا تھا۔ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ اردو لکھنا پڑھنا اور تربیتی امور میں رہنمائی کرنا بھی آپ کا شعار تھا۔

(محسنات مصنفہ بشریٰ بشیر صفحہ 49-50)

- **مسز ناصرہ زومان**

آپ ایک ڈچ خاتون تھیں۔ خود قرآن مجید کی برکت سے احمدیت میں داخل ہوئیں۔

1945ء میں لندن میں ایک Translatio Bureall نے قرآن مجید کے آخری 300 صفحات کے ترجمہ کے لیے آپ کی خدمات حاصل کیں جو کہ آپ کے لئے ایک عیسائی خاتون ہونے کی وجہ سے بہت مشکل بلکہ ناممکن ہی تھا۔ کیونکہ نظریات کا فرق بہت تھا۔ لیکن بعد میں آپ کو صرف تین سو صفحات ہی نہیں بلکہ پورے قرآن مجید کے ترجمہ کی سعادت مل گئی۔

- **اہلیہ صاحبہ محمد حسین بٹ صاحب کی خدمت قرآن**

ان کے متعلق پریذیڈنٹ صاحب جماعت احمدیہ نیروبی لکھتے ہیں کہ

”خاتون محترمہ نے قادیان شریف میں رہ کر اس قدر تبلیغی جوش اور دینی فوائد حاصل کیے ہیں کہ آتے ہی البلاغ میں تعلیم نسواں پر لطیف مضمون لکھا اور دینی تعلیم کی ضرورت قوم کے سامنے رکھتے ہوئے تعلیمی درسگاہوں کی طرف ذمہ دار احباب کی توجہ دلائی اور اپنی خدمات کو لڑکیوں کے لیے مفت پیش کیا۔ ایک صاحب نے بچی کی آمین کی تقریب پیدا کر کے احمدی اور غیر احمدی خواتین کو بلایا جس میں اہلیہ صاحبہ محمد حسین صاحب بٹ نے پون گھنٹہ تک قرآن شریف کی تفسیر بیان کی۔

(تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 186)

- **حضرت اُم داؤد محترمہ سیدہ صالحہ بیگم اہلیہ حضرت میر محمد اسحاقؓ**

حضرت صوفی احمد جان صاحب کی پوتی اور حضرت پیر منظور محمد صاحب کی بیٹی تھیں۔

آپ قرآن مجید میں حضرت مسیح موعودؑ کی شاگرد تھیں۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے ساتھ قرآن مجید پڑھا پھر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت میر صاحب کے علم قرآن مجید سے فائدہ اٹھایا۔ آپ ہی کے لیے آپ کے والد صاحب نے قاعدہ یسرنا القرآن ایجاد کیا جو ان گنت بچوں کی تعلیم القرآن کا ذریعہ بنا۔ آپ نے بڑی تعداد میں عورتوں اور بچیوں کو ترجمۃ القرآن پڑھایا۔ قادیان کے محلہ دارالانوار اور دیگر دیہات کے سینکڑوں بچے قرآن کریم کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے آتے۔

(محسنات مصنفہ بشریٰ بشیر صفحہ 48-49)

- **محترمہ استانی مریم بیگم اہلیہ حضرت حافظ روشن علیؓ**

ابتدائی چودہ ممبرات میں سے تھیں۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں قائم ہونے والے مدرسۃ البنات کی طالبہ تھیں۔ ابتدائی چار درسگاہوں میں سے ایک آپ کے گھر پر قائم تھی۔ آپ قرآن مجید کی تعلیم میں خاص دلچسپی لیتی تھیں۔

- **محترمہ قانتہ خان**

ایک جرمن احمدی خاتون محترمہ قانتہ خان کا ایک عظیم الشان کارنامہ سوئیڈش زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ ہے جو رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ

رکھے گا اور ان کے لیے قیامت تک ثواب کا موجب بھی ہو گا۔

(محسنات صفحہ 52)

انگلستان کی ملکہ الزبیتھ کی شادی کے موقعہ پر قرآن کریم انگریزی ترجمہ کی پہلی جلد بطور تحفہ دینا

لجنہ اماء اللہ کی ایک بہت بڑی کامیابی ہے اور بہت بڑی خدمت قرآن ہے کہ کفر کے گڑھ میں اللہ کا پاک کلام اتارا جائے اور شہزادی موصوفہ نے اپنے دستخطوں سے شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ وہ خواتین جماعت احمدیہ کے اس تحفہ کے انتخاب کو سراہتی ہیں۔

(تاریخ لجنہ جلد دوم صفحہ 134)

یہ تحفہ محترمہ کلثوم باجوہ صاحبہ اہلیہ محترم چوہدری مشتاق احمد باجوہ نے لجنہ کی طرف سے بھجوایا۔

تراجم قرآن

جماعت احمدیہ یہ عالمگیر خدا کے فضل سے دنیا کی ساٹھ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرنے کی سعادت پا چکی ہے۔ مزید 18 زبانوں میں تراجم قرآن کریم زیر طبع ہیں اور 12 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کا کام جاری ہے اور پروگرام یہ ہے کہ سو زبانوں میں قرآن کریم کے مکمل تراجم تفسیر نوٹس کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر دیے جائیں۔

(نظام خلافت اور خلافت احمدیہ کے سو سال صفحہ 368)

ڈچ زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ ہالینڈ کی محترمہ ناصرہ زومان نے کیا اور انہیں یہ سعادت احمدیت کی طرف کھینچ لائی۔ الحمدللہ

جرمن ترجمہ: 1944ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لجنہ کو جرمن زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ اور ایک کتاب کا ترجمہ چھپوانے کے لیے اٹھائیس ہزار روپے کی تحریک کی۔ احمدی مستورات نے چونتیس ہزار روپے کی خطیر رقم جمع کر کے پیارے آقا کے حضور پیش کی۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 596-597)

1954ء جرمن ترجمہ کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔

(محسنات صفحہ 205)

ترجمۃ القرآن کے لیے تین ہزار خریداروں کی تحریک میں لجنہ اماءاللہ کی مساعی

28/ جولائی 1925ء کو الفضل میں ایک مکتوب کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ میرے دل میں تحریک ہوئی ہے کہ آہستہ آہستہ قرآن کریم کا ترجمہ اور مختصر نوٹ شائع کر دیے جائیں۔ اس مقصد کے لیے سرمائے کی ضرورت تھی لیکن اس وقت آپؓ کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا۔ آپ نے جماعت کو تحریک کی کہ کم از کم تین ہزار خریدار مہیا کئے جائیں۔ جماعت کے مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ ایک مخلص خاتون امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر گوہر دین صاحب مانڈے نے لجنہ اللہ کو زیادہ سے زیادہ خریدار بننے کی تحریک کی تا کہ زیادہ سے زیادہ رقم جمع ہو سکے اور جتنی بھی رقم پیشگی بھجوا دیں تا کہ ترجمۃ القرآن جلد سے جلد شائع ہو سکے۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 186)

میٹرک کلاس کی طالبات کی مرکزی کلاس

ہر سال لجنہ پاکستان میٹرک کی طالبات کے لیے تربیتی کلاس لگاتی ہے۔ بچیوں کو پانچ پارے باترجمہ، سورۃ البقرہ کی ابتدائی سترہ آیات باترجمہ، قصیدہ یاد کرنے کی سندات سال کے آخر میں دی جاتی ہیں۔

لجنہ اماء اللہ ناصرات کی عمر سے ہی اس کلاس کی تیاری کروانی شروع کروا دیتی ہے تا کہ جب بچی میٹرک تک پہنچے تو وہ پانچ پارے باترجمہ مکمل کر چکی ہو اور لجنہ میں جا کر باقی قرآن مکمل کر لیں۔ یہ کلاس اب تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تا ابد جاری رہے گی۔

فضل عمر درس القرآن کلاس

فضل عمر تعلیم القرآن کلاس کا انعقاد یکم جولائی 1964ء کو نظارت اصلاح و ارشاد کے تحت ربوہ میں ہوا۔ اس میں ربوہ کے علاوہ پشاور، مردان، لاہور، جہلم، کھاریاں اور گوجرانوالہ سے 21 طالبات نے شرکت کی۔ لجنہ کے زیر انتظام مستورات نے بھی شرکت کی۔

یہ کلاس لجنہ کی تعلیمی استعداد کو بڑھانے میں مدو معاون ثابت ہوئی اور قرآنی علوم شہر شہر گاؤں گاؤں مستند اساتذہ سے فیض حاصل کرتے ہوئے پھیل گئے۔ ان کلاسز سے جن طالبات نے اکتساب علم کیا اب وہ دنیا بھر میں پھیل چکی ہیں۔ علم قرآن کی مزید مشعلیں فروزاں کر رہی ہیں۔

مختلف امتحانات کے ذریعہ قرآن کریم سکھانے کی کوشش

- **امتحان وظیفہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ**

یہ امتحان ہر سال لیا جاتا ہے جس میں B.A پاس اور اس سے زائد تعلیم والی لجنہ ممبرات شرکت کر سکتی ہیں۔ اس کا نصاب قرآن کریم کی کوئی سورۃ ترجمہ وتفسیر از تفسیر کبیر، احادیث، روحانی خزائن سے کوئی ایک کتاب، قصیدہ عربی از حضرت مسیح موعودؑ، عربی قواعد اور نظم درثمین سے شامل ہوتی ہیں۔ کامیاب ہونے والی ممبرات کو اسناد اور 80٪ نمبر حاصل کرنے والی کو وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔

- **امتحان وظیفہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ**

اس میں بجائے تفسیر کبیر کے تفسیر صغیر سے نصاب دیا جاتا ہے۔

- **امتحان وظیفہ فاطمۃ الزہرہؓ**

اس امتحان میں ایم اے پاس یا اس سے زیادہ تعلیم والی ممبرات شامل ہو سکتی ہیں۔ ان کا نصاب تھوڑا زیادہ ہے۔ مثلاً حصہ قرآن کریم میں تفسیر حضرت مسیح موعودؑ، حدیث، روحانی خزائن کی کوئی ایک کتاب، تاریخ لجنہ، اختلافی مسائل، عربی گرائمر اور تحقیقی مقالہ شامل ہے۔ ہر امتحان کا نصاب قرآن کریم کے بغیر نامکمل ہے۔ لجنہ کا مقصد یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح احمدی ممبرات اپنے پیارے خدا کا خط اچھی طرح پڑھ لیں تا کہ کوئی بات رہ نہ جائے جو ان کو نہ پتہ ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وقف عارضی کی تحریک کے تحت تعلیم قرآن مجید

اس تحریک کے تحت ہزاروں احمدی انصار، خدام اور لجنہ اپنے خرچ پر وقف عارضی کی تحریک میں حصہ لیتے ہیں۔ لوگوں کے گھروں میں جا کر ان کو قرآن کریم پڑھایا جاتا ہے۔ لجنہ اماء اللہ بھی اس تحریک میں باقاعدہ حصہ لیتی ہے اور خدمت قرآن کریم بجا لا رہی ہے۔

قرآن کریم حفظ کرنے کی تحریک

- **مدرسہ حفظ قرآن**

مرکز سلسلہ ربوہ میں مدرسۃ الحفظ لمبے عرصہ سے قائم ہے جس میں مارچ 1957ء سے مارچ 2002ء تک 223 بچے قرآن کریم حفظ کر چکے ہیں۔ بچیوں کے لیے عائشہ دینیات اکیڈمی قائم کی گئی ہے جس سے 92 طالبات قرآن حفظ کر چکی ہیں۔ عائشہ دینیات اکیڈمی لجنہ اماء اللہ کی ممبرات چلا رہی ہیں اور اس خدمت قرآن سے خود بھی فیض یاب ہوتی ہیں اور ناصرات الاحمدیہ کو بھی اس ثواب میں شامل کرتی ہیں تا کہ جب یہ لجنہ اماء اللہ کی عمر کو پہنچیں تو ایک مکمل حافظ بن چکی ہوں اور آئندہ آنے والی نسلوں کی تربیت بھی اسی انداز میں کر سکیں۔

- **تنظیم موصیات کے تحت خدمت قرآن**

5/ اگست 1966ء کو خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے موصیات کی تنظیم قائم کرنے کا ارشاد فرمایا۔

حضورؒ نے ارشاد فرمایا: ’’ہمارے موصی صاحبان کا **پہلا** کام ہے کہ اپنے گھروں میں قرآن کریم کی تعلیم کا انتظام کریں۔ **دوسرا** یہ کہ واقفین عارضی (جن کے سپرد قرآن کریم پڑھانے کا کام کیا جاتا ہے) کی تعداد کو پانچ ہزار تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ **تیسرے** یہ کہ وہ اپنی جماعت کی نگرانی کریں کہ نہ صرف ان کے گھر میں بلکہ ان کی جماعت میں کوئی مرد اور کوئی عورت ایسی نہ ہو جو قرآن کریم نہ جانتی ہو۔ ہر ایک عورت قرآن کریم پڑھ سکتی ہو۔ ترجمہ جانتی ہو۔‘‘

(تاریخ لجنہ جلد سوم صفحہ 358-359)

حضورؒ نے بہت لمبی تقریر ارشاد فرمائی خلاصہ کلام یہی نکلا کہ ہر موصی کو اپنی ذمہ داری پوری کرنی ہے۔ اس ارشاد کے بعد باقاعدہ موصیان اور موصیات کی منظوری ہوئی جو منتخب ہو کر آئے تھے اور آج تک یہ نظام جاری ہے اور جاری رہے گا ان شاء اللہ۔ ہزاروں بچے، بچیاں اور لجنات اس سے مستفید ہو چکے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

لجنہ اماء اللہ کا پچاس سالہ جشن اور خدمت قرآن

اس موقع پر لجنہ اماء اللہ کی طرف سے دو لاکھ روپے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں اشاعت قرآن کے لیے پیش کیے۔

(تاریخ لجنہ جلد سوم صفحہ 753)

لجنہ اماء اللہ کا جشن صد سالہ اور خدمت قرآن

2018ء کی لجنہ اماء اللہ کی شوریٰ کے موقع پر تجویز نمبر 2 از طرف لجنہ اماء اللہ پاکستان نے پیش کی جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

’’لجنہ اماء اللہ صد سالہ جوبلی 2022ء تک ترجمۃ القرآن سکھانے کے سلسلہ میں منظم پروگرام بنایا جائے اور کوشش کی جائے کہ 100٪ ممبرات ترجمہ سیکھ لیں۔‘‘ اس تجویز پر باقاعدہ پروگرام بنا کر دیا گیا جس پر اس وقت سے اب تک عمل ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ 2022ء تک لجنہ اماء اللہ اس پر 100٪ ترجمہ جاننے والی لجنہ کا ٹارگٹ پورا کر لے گی۔ ان شاء اللہ

(باقی کل ان شاءاللہ)

نبیلہ رفیق فوزی۔ ناروے

خلافت ثانیہ کی سلور جوبلی میں حق کی متلاشی خواتین

ایک بہادر لڑکی کی داستان

مکرم عبدالرحمٰن صاحب دہلوی، حضرت ڈاکٹر عبدالرحمٰن دہلویؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے فرزند تھے۔آپ قادیان سے مولوی فاضل کے ڈپلومہ ہولڈر تھے۔ اُن کے بیٹے محترم فضل الرحمٰن عامر حال کینیڈا نے اپنے والدین کی زندگی پر ایک کتاب بعنوان ’’آئی جو اُن کی یاد‘‘ تحریر کی ہے جس میں انہوں نے اپنی والدہ محترمہ نسیمہ رحمان دہلوی (مرحومہ) کے حوالے سے کچھ ایمان افروز واقعات اور باتیں تحریر کی ہیں۔گوکہ خاکسار محترمہ موصوفہ سے ربوہ کے زمانہ سے ہی واقف تھیں۔ لیکن ناروے میں بھی ان کے ساتھ ملاقات ہوئی جب وہ اپنی چھوٹی ہمشیرہ محترمہ اقبال خاتون مرحومہ (والدہ عبدالرحمٰن محمود) کے پاس ناروے تشریف لائیں۔ مذکورہ کتاب پڑھ کر مجھے خیال آیا کہ کم ازکم ان کی بیعت کا واقعہ تحریر کر کے افادہ عام کے لئے ضرور بھیجنا چاہئے۔ تاکہ ممبرات لجنہ اماء اللہ کو معلوم ہو سکے کہ حق اور سچائی قبول کرنے کے لئے ابتدائی خواتین نے کتنی جرات اور بہادری کے نمونے دکھائے ہیں۔ خاکسار نے کتاب کے مصنّف سے اپنی خواہش کا اظہار کر کے اس کی اجازت لی ہے۔ اب یہ ایمان افروز داستان جو ایک چودہ سالہ لڑکی کی ہے ان کی زبان میں حاضر ہے۔

محترمہ نسیمہ بیگم کے خاندان کا مختصر ذکر ان کی اپنی زبانی

موصوفہ فرماتی ہیں ’’میرے والد صاحب کے جدِّ امجد اٹاوہ (یوپی) کے رہنے والے تھے جو ترکِ وطن کر کے اناؤ (یوپی) میں آباد ہوگئے تھے۔یہ علاقہ لکھنؤ اور کانپور کے درمیان پڑتا ہے۔ہمارے جدِّ امجد راجہ داہر کے خاندان سے تھے جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ پتہ نہیں کس مناسبت سے خانزادے کہلاتے تھے۔ ہمارے محلّے کا نام بھی خانزادہ ہے اور آج تک ڈاک وغیرہ اسی ایڈریس پر جاتی ہے۔ہمارے جدِّ امجد وہاں کے رئیس تھے اور یہ لوگ حسب ونسب میں باقی ساری آبادی سے اعلیٰ سمجھے جاتے تھے اور کافی اثر ورسوخ کے مالک تھے۔ چونکہ ہندو مسلم دونوں آبادیاں ملی جلی تھیں اس وجہ سے جب ہندو ہمارے محلّہ سے بارات یا کسی اور موقعہ پر بینڈ باجے بجاتے ہوئے نکلتے اور ہماری مسجد کے سامنے سے گزرتے تو احتراماً باجا بجانا بند کر دیتے تھے۔

میری والدہ صاحبہ پٹنہ شہر، بہار کی رہنے والی تھیں اور وہابی عقیدہ رکھتی تھیں۔ نماز روزہ کی پابند، مخیّر و نیک خاتون تھیں اور وہابی عقیدہ رکھتی تھیں۔گوکہ میرا گھرانہ غیر احمدی تھا مگر والدہ صاحبہ کی وجہ سے ہمارے گھر میں کوئی شرک و بدعت نہیں تھی۔

احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے آشنائی

ہمارے خاندان میں احمدیت میرے دو پھوپھی زاد بھائیوں کی وجہ سے آئی ہمارے اور ان کے گھر کے درمیان اندر سے راستہ بھی تھا اس لئے میل جول میں آسانی تھی۔ان کے گھر میں الفضل، بدر، مصباح اور احمدیت کی دیگر کتب وغیرہ ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ مولوی صاحبان کا آنا جانا بھی تھا۔میرے پھوپھی زاد بھائی تاجر پیشہ اچھے متموّل انسان تھے۔لکھنؤ سے جو بھی مبلغ آتے تھے وہ انہیں ضرور اپنے یہاں اناؤ میں بلواتے اور جلسہ کرواتے۔ مجھے یاد نہیں کہ کب مجھے پہلی مرتبہ احمدیت کا علم ہوا۔ الغرض بچپن سے احمدیت کی تعلیم دل میں راسخ ہوتی گئی اور لاشعوری طور پر یہ تناور درخت بن گیا۔

خلافتِ ثانیہ کی سلور جوبلی

اُس وقت میں چودہ سال کی تھی۔ اخبار الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی سلور جوبلی کے بارہ میں مضامین شائع ہونے لگے۔ جوں جوں جلسہ قریب آتا گیا جوبلی کی دھوم مچ گئی۔ جوبلی کے بارہ میں مضامین پڑھ پڑھ کر شدّت سے میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی قادیان جاؤں اور جوبلی میں شامل ہوں۔اس بات کا تذکرہ میں نے اپنے پھوپھی زاد بھائی (ممتاز علی خان) سے کیا انہوں نے میرے والد صاحب کے خوف کی وجہ سے مجھے چپ کروادیا۔

میں نے دو دن اور دو راتیں روتے اور دعائیں کرتے گزاریں، مجھے معلوم ہوا کہ لکھنؤ سے جلسہ کے لئے قافلہ جارہاہے۔ اکیس دسمبر کی رات کو اپنے پھوپھی زاد بھائی کو پھر کہا کہ مجھے ساتھ لے جائیں لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

انہوں نے مجھے بیعت کا خط لکھنے کا مشورہ دیا۔ خط تو میں نے لکھ دیا لیکن گھر آ کر بہت روئی اور ایک رات اور دو دن میں اپنے ارادوں کو مکمل کرلیا۔اپنی ایک سہیلی کو رازدار بنایا اس کے گھر آئی وہ اپنے بھائی کے ساتھ مجھے لکھنؤ تک چھوڑنے آئی لیکن امرتسر جانے والی ٹرین چھوٹ چکی تھی۔ اس کے بھائی نے مجھے لاہور کی ٹکٹ خرید کر ایک اور ٹرین پر چڑھا دیا۔ ہم تینوں میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ قادیان جانے کے لئے لاہور کے رستے نہیں جاتے۔ اس گاڑی میں بھوکے پیاسے، خوف اور جلسہ تک پہنچنے کی بے چینی اور اضطراب میں سفر کا تیسرا دن تھا۔ جب میرے سامنے بیٹھے ایک بزرگ نے مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر کہا کہ ’’تمہیں نماز پڑھتے دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے تم کہاں جارہی ہو؟‘‘ میں نے جوش سے کہا قادیان جہاں ہمارا جلسہ سالانہ ہو رہا ہے۔یہ بزرگ ڈاکٹر محمد عبداللہ خان صاحب کوئٹہ والوں کے چھوٹے بھائی رحیم اللہ خان صاحب تھے۔ جوکسی وجہ سے لیٹ ہوگئے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ قدرت نے ان کو میری وجہ سے لیٹ کیا تھا۔ کہنے لگے۔تمہارے ساتھ کون ہے؟ میں بولی کوئی نہیں۔انہوں نے پوچھا! اسٹیشن پر کوئی لینے آئے گا؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر سچ سچ اپنی ساری کیفیت اُن کو بتادی۔ وہ سخت حیرت زدہ ہوئے۔ میری ٹکٹ کے متعلق پوچھا وہ تو لاہور کی نکلی۔ پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ لاہور نہیں جانا امرتسر اتر کر بٹالہ اور پھر قادیان جانا ہے۔

حق کی متلاشی قادیان میں

امرتسر اتر کر ان بزرگ نے میرا بھی ٹکٹ لیا۔ الغرض رات کو قادیان پہنچ گئے، میرے محسن بزرگ جہاں خود ٹھہرے تھے مجھے بھی ساتھ ڈاکٹر صاحب کے گھر لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کی بیگم اور بیٹیاں بہت خندہ پیشانی سے ملیں۔ صبح ناشتے سے فارغ ہو کر جب سب جلسہ کے لئے نکلے تو ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ نے مجھے اپنے ہمراہ لیا اور جلسہ گاہ جاکر اسٹیج پر مجھے حضرت سیّدہ اُمِّ طاہر رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیا یہ کہتے ہوئے کہ یہ لڑکی اپنے والدین سے چھپ کر لکھنو سے احمدی ہونے اور جلسہ جوبلی دیکھنے آئی ہے۔

آپا جان رضی اللہ عنہا نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا اور بہت پیار سے میرے سب حالات پوچھے۔جلسہ کے بعد صاحبزادیوں کے ساتھ گھر بھیج دیا کیونکہ خود انہوں نے لجنہ اماء اللہ کا جھنڈا لہرانا تھا۔ کچھ دیر بعد آپا جان بھی تشریف لے آئیں۔ میں آپ کے کمرے میں تھی۔ گھر اوپر نیچے مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔آپا جان رضی اللہ عنہا کی طرف جب حضور رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضرت آپا جانؓ مرحومہ نے میری ملاقات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہتے ہوئے کروائی کہ یہ لڑکی خداوند تعالیٰ نے آپ کو جوبلی کے موقع پر عنایت فرمائی ہے۔اگلے روز میں نے حضرت مرزا طاہر احمدؒ صاحب جو اس وقت گھر پر موجود تھے سے دو لفافے منگوائے اور دو خط لکھے ایک اپنی سہیلی کو جس نے میری مدد کی تھی اور دوسرا اپنی والدہ کے نام اور دونوں خط پوسٹ کرنے کے لئے حضرت صاحبزادہ صاحب کو دے دیئے۔

جوبلی جلسہ کے بعد دیارِ مسیح میں قیام اور بزرگ ہستیوں سے ملاقات

جلسہ کے بعد دیارِ مسیح میں ہی میرا قیام تھا۔آپا جان رضی اللہ عنہا نے ہر طرح سے میرا خیال رکھا۔محترمہ آپا اقبال بیگم جو حضرت آپا جان رضی اللہ عنہا کی سہیلی تھیں مجھ سے کمال محبت سے پیش آتیں۔ پہلے روز محترمہ استانی مریم سے ملایا۔ دوسرے روز حضرت امّاں جان اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئیں۔ بہت سے بزرگ بھی مجھ سے ملنے آئے جن میں حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ، حضرت علّامہ حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ نیز کانپور کے امیر جماعت محترم سراج الدین صاحب اور بہت سے بزرگ تشریف لائے جنہیں میں جانتی بھی نہ تھی۔ ان سب حضرات نے مجھ سے میرے والد کا پتہ لے کر ان کو مبارک باد کے خطوط لکھے۔ نیز لکھا کہ وہ اپنی بیٹی کو قادیان رہنے دیں تا یہ یہاں دینِ اسلام سیکھ لے۔

والدین کا ردِّ عمل

ایک ہفتہ کے بعد میری والدہ کا خط آ گیا ’’کہ جب تک تمہارا خط نہیں ملا تھا ہم یہاں بہت پریشان تھے ہر جگہ معلوم کیا۔ بیٹا! اس طرح بغیر بتائے چپکے سے چلے جانے سے ہماری بہت سبکی ہوئی ہے۔‘‘

لیکن میں بخوبی سمجھتی تھی کہ اس بدنامی کے بدلے احمدیت جیسی نعمت مجھے مل گئی جو ہفت اقلیم بادشاہت سے کسی طور کم نہیں تھی۔ الحمد للّٰہ۔ اس کے بعد میرے والد صاحب مجھے لینے آئے ’’کہ اب میں اسے اپنے گھر لے جاؤں گا تا کہ وہاں لوگوں کو یقین ہو جائے کہ یہ قادیان احمدی ہونے گئی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر میرے والد صاحب کو سارے قادیان کی سیر کروائی گئی اور تمام بزرگانِ دین سے بھی ملاقات کروائی گئی۔حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ موجد یسّرنا القرآن نے میرے والد صاحب سے قول لیا کہ وہ لڑکی کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دیں گے۔ والد صاحب نے وعدہ کیا اور الحمد للّٰہ اپنا وعدہ نبھایا بھی۔

قادیان سے واپسی کی حسین یادیں

قادیان سے واپسی کے وقت اہلِ قادیان نے مجھے اجتماعی دعاؤں سے رخصت کیا اس حال میں کہ میرے محسنوں کے بھی آنسو رواں تھے اور میرا بھی رو رو کر برا حال تھا۔ بہت سی بہنوں اور بھائیوں نے بیش قیمت تحائف دیئے۔ جن میں بعض تحائف تو بہت ہی انمول تھے اور جو میرے پاس آج بھی محفوظ ہیں۔ جیسے حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام کی ریشِ مبارک کے بال۔ آپؑ کی اور آپ کے خلفائے مبارک کی کتب اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا میز پوش۔

بقیہ صفحہ 16 پر

ناصرہ رشید۔ لندن

لجنہ اماء اللہ عالمگیر کی پچاس سالہ جشن تقاریب

1922ء کا مبارک سال

25؍دسمبر 1922ء کا تاریخی دن احمدی مستورات کے لئے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے لجنہ اماء اللہ کی عالمگیر تحریک کی بنیاد رکھی۔حضور کے اس عظیم کارنامے کے نتیجے میں احمدی مستورات کو دینی، تعلیمی اور معاشرتی لحاظ سے ترقی کے ایسے مواقع میسّر آئے جنہوں نے ان کی کایا پلٹ دی۔اسی مبارک تحریک کا ثمر شیریں ہے۔ کہ احمدی مستورات کشاں کشاں ترقی کے منازل طے کرتی ہوئی آج دُنیا کی دیگر خواتین سے منفرد نظر آنے لگیں ہیں۔

ربوہ میں پچاس سالہ جشن

1972ء میں لجنہ اماءِ اللہ کے پچاس سال پورے ہو رہے تھے۔ اس خوشی میں ایک جشن کا انعقاد کیا گیا۔اس کے لئے اکتوبر میں لجنہ کے اجتماع کا وقت مختص کیا گیا۔ تمام لوکل لجنات کو پچاس سالہ جشن منانے کی تلقین کی گئی تا کہ ہر علاقے کی لجنات اپنی لجنہ کی ترقیات کا جائزہ لیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں جس نے ہماری تنظیم پر اتنے فضل فرمائے ہیں۔

پندرھواں سالانہ اجتماع ربوہ جو تین دنوں یعنی 17 تا 19؍ نومبر پرمشتمل تھا، کو بلا شرکت غیرے گولڈن جوبلی منانے کے لئے مخصوص کیا گیا۔ لجنہ ہال کو بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا۔ رنگ برنگ کے پوسٹر آویزاں کئے گئے جن پر اس دن کے حوالہ سے مختلف مقاصد تحریر کئے گئے تھے۔ اس دن کو منانے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں لجنہ اور ناصرات جمع ہوئی تھیں۔

اس پچاس سالہ تقریب سعید کو منانے کے لئے نہ صرف یہ کہ اندرون ملک سے کثیر ممبرات نے حصہ لیا بلکہ ماریشس سے دو، امریکہ، ڈنمارک سے ایک،ایک، انڈونیشا سے تین، اور نیروبی (کینیا) سے ایک نمائندہ خواتین لجنہ اپنی روحانیت کو مزید جلا بخشنے اور اپنے پیارے امام کی پُرشفقت نصائح کے انوار سمیٹنے دور دراز سے سفر کر کے ربوہ تشریف لائی تھیں۔

یہ پہلا موقع تھا کہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے اجتماع کے موقع پر بیرون پاکستان سے اتنی تعداد میں خواتین نے شرکت فرمائی۔ انگلستان سے پروین رفیع صاحبہ جنرل سیکرٹری اور خاکسار ناصرہ رشید سیکرٹری وقارعمل بطور نمائندگان اجتماع کے موقع پر لجنہ مرکزیہ ربوہ تشریف لے گئیں۔

لجنہ کے اجتماع میں سیّد نا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ لجنہ اماءاللہ کے اس جشن کی تکمیل کے لئے تشریف لائے تو اس مبارک موقع پر صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے سپاسنامہ پیش کرنے کے بعدحضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں دو لاکھ روپیہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے اور چار ہزار پونڈ (ایک لاکھ روپیہ) لجنہ انگلستان کی طرف سے پیش کئے۔حضورؒ نے لجنہ اماء اللہ کو حمد وثنا، متضرعانہ دعاء، تنظیم کو مضبوط کرنے، دائرہ خدمت وسیع کرنے اور قرآن کریم کی تعلیم پر ازسر نو توجہ دینے کی نصیحت فرمائی۔ علاوہ ازیں حضورؒ نے یہ رقم جدید پریس کی تعمیر میں لگانے کا ارشاد فرمایا اور پھر حضور نے فرمایا کہ اس پریس میں قیامت تک ان شاء اللہ قرآن مجید چھپتا رہے گا اور لجنہ اماء اللہ کی ممبرات کو ثواب ملتا رہے گا۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول فرمائے آمین۔’’

(الفضل 21؍اپریل 1973ء صفحہ 1)

لندن میں پچاس سالہ جشن کی تقریب

15؍ اپریل کو لجنہ اماء اللہ کی گولڈن جوبلی منائی گئی۔ 400 سے زائد لجنات اور ناصرات نے شرکت کی۔ پروگرام کا دورانیہ صبح 10 بجے سے شام 6 بجے تک تھا۔جس میں لجنہ کی مختصر تاریخ پر مختلف تقاریر ہوئیں۔ علاوہ ازیں مختلف میدانوں میں ہونے والی ترقیات کے بارے میں بتایا گیا اور اس اہم تنظیم کی بین الاقوامی حیثیت پر بھی روشنی ڈالی گئی۔

محترم بشیر احمد رفیق مرحوم امام مسجد لندن اور حضرت سر ظفر اللہ خانؓ کا لندن کی لجنہ کی تربیت میں بہت زیادہ ہاتھ ہے جب بھی موقع ملتا صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ محترمہ امتہ الحفیظ سلام صاحبہ ہر دو بزرگان کو لجنہ میں تربیتی تقاریر کے لئے درخواست کرتیں۔

محترم بشیر احمد رفیق امام صاحب مسجد فضل لندن میں موجود نہیں تھے اور بنفس نفیس شرکت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کی نمائندگی محترم عبدالوہاب بن آدم صاحب جو نائب امام تھے انہوں نے کی۔ پیغام یہ تھا کہ :

’’مجھے دلی افسوس ہے کہ میں ایک اہم جماعتی فرض کی ادائیگی کی وجہ سے لندن سے باہر ایک دورے پر نکلا ہوا ہوں اور میں آپ کے اس اجلاس میں شریک ہو کر اس میں حصہ نہیں لے سکا۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس جلسہ کی تمام برکتوں سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔

آج ہمارا سب سے بڑا دشمن مغربی مادّہ پرستی ہے۔ الحمد للہ عیسائیت کو پہلے ہی شکست ہو چکی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسرِ صلیب سے عیسائیوں کے تمام باطل عقائد زائل کر دئے ہیں۔ لیکن ابھی بھی مغربی مادّہ پرستی کے چیلنج کا سامنا ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ اس جگہ اسلامی ثقافت کی روح اجاگر کریں اور ساری دنیا میں اسلامی تعلیمات کی مدد سے امن پیدا کریں اور اس کام کی جلد تکمیل کے لئے کوشاں رہیں اور عیسائیت کے باطل نظریات کے خاتمہ تک ہر قربانی کے ذریعے ہر ممکن کوشش کریں۔

ہمیں اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ بنانا ہے اور ان کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لئے ہمیں اپنے اندر اعلیٰ ترین تبدیلی پیدا کرنی ہیں تا کہ وہ ان پر عمل پیرا ہو کر اعلیٰ مثالیں پیش کریں۔ہمیں مغربی مادّہ پرستی کے اس بڑھتے ہوئے زہر یلے اثر کو اسلامی اور روحانی تعلیمات سے ختم کر کے ساری دنیا کو ان کے بداثرات سے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش بروئے کار لانی ہے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ اس کے بعد وہاب صاحب نے دعا کروائی۔’’

اور حضرت سر ظفر اللہ خانؓ کا پیغام محترمہ صدر صاحبہ مسز سلام نے پڑھ کر لجنہ کو سنایا۔

لجنہ اماءاللہ انگلستان کے لئے پچاس سالہ جشن تشکر کے موقع پر

حضرت سر چوہدری ظفر اللہ خانؓ کا پیغام

مرکزی لجنہ اماء اللہ کی پچاسویں سالگرہ کی خوش کن تقریب پر یہ عاجز اپنی محترم بہنوں کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور محترمہ صدر لجنہ اماءاللہ لندن کے ارشاد کی تعمیل میں یہ چند سطریں ان کی خدمت میں گزارش کرتا ہے۔ وباللہ توفیق۔

مرد وعورت کے باہمی تعلقات کا مسئلہ انسانی معاشرت کا بنیادی اور سب سے اہم مسئلہ ہے۔ قرآن کریم نے ان تعلقات کے استوار رکھنے اور انہیں ہر پہلو سے خیروبرکت کا موجب بنانے کی غرض سے نہایت پرحکمت تعلیم دی ہے اور بہت سے سنہری اصول وضع فرمائے ہیں۔ خاکسار ان میں سے ایک دو کے متعلق توجہ دینے کی درخواست کرتا ہے۔

مرد اور عورت کا وجود تکمیل انسانیت کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ حیات انسانی کے مقصد کے حصول کی خاطر دونوں کے درمیان تخالف، تقابل اور تصادم پیدا نہ ہونے دیا جائے اور ہر پہلو سے تعاون کو فروغ دیا جائے اور اس کے لئے متواتر اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کی جائے۔

مرد اور عورت کے درمیان جو فرق اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل حکمت کے تقاضے کے تحت رکھے ہیں ان کی ایک دوسرے کو قدر کرنی چاہئے اور ان کے فوائد اور ان کی حکمتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا دل سے شکر گزار رہنا چاہئے اور کسی وقت یہ خواہش دل کے کسی گوشے میں پیدا نہیں ہونی چاہئے کہ کاش! مجھے وہ امتیاز حاصل ہو جو جنس انسانی کے دوسرے صنف کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ ایسا خیال اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور اس کی حکمت کی ناقدری اور اس پر حملہ ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعۡضَکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبُوۡا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبۡنَ ؕ وَ سۡـَٔلُوا اللّٰہَ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ﴿۳۳﴾

(النساء:33)

ترجمہ: اور اللہ نے جو تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اس کی حرص نہ کیا کرو۔ مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو وہ کمائیں اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے۔

مرد اپنے خداداد قویٰ اور استعداد کا صحیح استعال کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے پورا اجر پائے گا۔ عورت اپنے خداداد قویٰ اور استعدادوں کا صحیح استعال کرے گی تو اللہ تعالیٰ سے پورا اجر پائے گی۔ دونوں میں سے کسی کا اجر اس وجہ سے کم نہیں رہے گا کہ اس کے قویٰ اور اس کی استعدادیں دوسرے سے مختلف تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَا یُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا یعنی اللہ تعالیٰ کسی جان سے اس چیز کا مطالبہ نہیں کرتا جو اُس نے اسے عطا نہیں فرمائی۔ جو کچھ عطا فرمایا ہے اسی سے کچھ طلب فرمالیتا ہے اور اس نے طلب فرمایا وہ نیک نیتی سے اس کے سپرد کر دیا تو اجر قائم ہوگیا۔ اجر میں کمی اس وجہ سے نہیں ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو قویٰ دوسرے سے مختلف عطا فرمائے تھے۔

اس زمانے میں ایک قابلِ نفرت رَویہ چل پڑی ہے کہ مرد عورت کی نقل کرتا ہے اور عورت مرد کی نقل کرتی ہے۔ یہ بہت معیوب بات ہے جس سے پرہیز لازم ہے۔ ایک تو فطرت ہی اس کے خلاف احتجاج کرتی ہے مثلاً فلاں فرد زنانہ ہے یا فلاں عورت کا طرز طریق مردانہ ہے طبیعت پر ایک ناگوار تاثر پیدا کرتا ہے۔ پھر رسول کریم نے ایسے مردوں پر جو عورت کا لباس پہنیں اور ایسی عورتوں پر جو مردانہ لباس اختیار کریں لعنت کی ہے۔ مرد کو مردانگی ہی سجتی ہے اور عورت کے لئے نسائیت ہی موجب زینت اور جائز فخر کا مقام ہے۔

ہماری بہنوں کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت میں ان اقدار کو ملحوظ رکھیں۔ فجزاھم اللہ خیراً

والسلام

خاکسار

(دستخط) ظفر اللہ خان

(یہ پیغام مسز سلام صاحبہ کے کاغذات سے آپ کی بیٹی عزیزہ سلام صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر حمید احمد خان صاحب نے ازراہِ شفقت بھجوایا)

لجنہ کی پچاس سالہ تقریب میں یو کے کی تمام ترمجالس کی لجنات نے حصہ لیا۔ لندن، جلنگھم اور ہنسلو کی لجنات نے نمایاں کارکردگی پر

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION — Download on the App Store — ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

انعامات حاصل کئے۔ اس دن مختلف دلچسپ پروگرام اور مقابلہ جات ہوئے جن میں تقاریر، بیت بازی، معلومات عامہ، فی البدیہہ تقاریر اور بیت بازی کے بھی مقابلہ جات ہوئے، ناصرات کی کھیلوں کا بھی پروگرام تھا۔

طیبہ شہناز کریم صاحبہ، منیرہ ندیم صاحبہ، غزالہ چوہدری صاحبہ، نرگس ایوب صاحبہ، امتہ الحیٔ ملک صاحبہ، امۃ المجیب جاوید صاحبہ اور ثریا صادق صاحبہ نے محمود ہال اور اسٹیج کی سجاوٹ کی۔ مائیکروفون اور طیبہ شہناز کریم صاحبہ نے ساؤنڈ سسٹم پر بھی ڈیوٹی دی۔ سارا دن تسلی بخش رہا۔ محترم عبد الکریم چوہدری صاحب نے اس سلسلہ میں بے حد تعاون کیا۔ بک اسٹال بھی لگایا گیا تھا۔

ضیافت

مسز مسعودہ گلزار اور ان کی ٹیم نے 100 پونڈ چاول اور 40 پونڈ گوشت پکایا۔ جوبلی کے مبارک موقع پر صبح سے کھانا شروع کیا گیا۔ مسز رضیہ مرزا، مسز امۃ الباسط شاہ، مسز ثریا صادق، مس رقیبہ بی بی نعیم، امۃ الحفیظ چوہدری اور صبیحہ چوہدری صاحبہ نے تین بجے صبح سے کام شروع کیا ان ممبرات کے علاوہ مسز زبیدہ ناصر شاہ، مسز مجیدہ ناصر، مسز مبارکہ سردار بشارت، مسز امۃ الجمیل لون، مسز امۃ الرحمٰن حبیب نے بھی بہت مدد کی۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی

بقیہ: خلافت ثانیہ کی سلور جوبلی......از صفحہ 14

میں اپنی کن کن محسنات اور محسنوں کا ذکر کروں بجز دعا کے میں ان مقدس ہستیوں کے حسنِ سلوک کا کوئی اجر نہیں دے سکتی۔

اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جناب سے اجر دے آمین آج جبکہ ان واقعات کو ساٹھ سال سے زائد عرصہ گزر گیا ہے آج تک ان سب کے لئے خلوصِ دل سے دعائیں کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر انوار وانعام کی بارش برساتا رہے۔ آمین۔

(ماخوذ۔ کتاب ''آئی جوان کی یاد'' صفحہ 30...39 مصنف فضل الرحمٰن عامر ایڈیٹر زکریا ورک)

دعا کا تحفہ

جہاد پر جانے کی دُعا

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد پر تشریف لے جاتے تو یہ دُعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِی وَنَصِيْرِی بِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ

(ترمذی کتاب الدعوات و احمد مسند انسؓ)

ترجمہ: اے اللہ! تو میرا سہارا اور مددگار ہے۔ تیری مدد سے ہی مَیں تدبیر کرتا ہوں اور تیری تائید سے ہی مَیں حملہ آور ہوتا ہوں اور تیرے نام سے ہی لڑتا ہوں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 107)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

ایک سبق آموز بات

ازدواجی زندگی

جہاں ازدواجی زندگی میں میاں بیوی کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں الگ الگ ہوتی ہیں وہاں آئے دن ناخوشگوار حالات جنم لیتے ہیں جہاں فطرت سے فطرت ملی وہاں زندگی ہنستے ہنستے گزر جاتی ہے۔ کسی رشتہ کے قائم رہنے کے لئے حسن، خوبصورتی، خوب سیرتی اور وفاداری ہی ضروری نہیں ہوتی بلکہ گھر کے ماحول میں ضم ہونا ہی بڑی خوبی ہے۔

حسن اپنا ہی نظر آیا تو کیا آیا نظر
غیر کا حسن بھی دیکھے وہ نظر پیدا کر

(مرسلہ: مصباح عمر تماپوری۔ انڈیا)

فقہی کارنر

ہر اہم کام سے پہلے استخارہ کرنا

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ روایت کرتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طریق عمل تھا۔ کہ ہر ایک اہم کام کے شروع کرنے سے پہلے ضرور دعا کیا کرتے تھے اور دعا بطریق مسنون دعائے استخارہ ہوتی تھی۔ استخارہ کے معنی ہیں خدا تعالیٰ سے طلب خیر کرنا۔ استخارہ کے نتیجے میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ کوئی خواب آ جائے جیسا کہ آج کل کے بعض صوفی استخارہ کرتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ سے خیر طلب کرتے ہیں یہ طریق مسنون نہیں۔ اصل مقصد تو یہ ہونا چاہئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے خیر حاصل ہو اور دعائے استخارہ سے اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ جو کام ہمارے لئے بہتری اور بھلائی کا ہو وہ آسان ہو جاتا ہے۔ بغیر دقتوں کے حاصل ہو جاتا ہے اور قلب میں اس کے متعلق انشراح اور انبساط پیدا ہو جاتا ہے۔

عموماً استخارہ رات کے وقت بعد نماز عشاء کیا جاتا ہے۔ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر التحیات میں درود شریف اور دیگر مسنون دعاؤں کے بعد دعائے استخارہ پڑھی جاتی ہے اور اس کے فوراً بعد سو رہنا چاہئے اور باتوں میں مشغول ہونا مناسب نہیں ہوتا لیکن حسب ضرورت دوسرے وقت بھی استخارہ کیا جا سکتا ہے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 508۔509)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

19/دسمبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:31	17:43
مدینہ منورہ		05:37	17:37
قادیان		05:56	17:28
ربوہ		05:36	17:08
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:34	15:57